رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

مسلم انڈیا اینڈ اسلامک ریویو

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل ایل بی، و مولوی صدر الدین بی۔ اے۔ بی ٹی،

جلد | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۵ع | نمبر ۲

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۵ع

سال نو	۵۷
حضرت محمد صلعم ایک فاتح کی حالت میں	۵۹
مسجد ووکنگ میں برٹش مسلم سوسایٹی کے عام جلسہ کی رویداد	۶۳
پروفیسر پارکنسن کی چٹھی	۷۰
برٹش مسلم سوسایٹی	۷۸
امن اور سلامتی کا مذہب	۹۰
رپورٹ ووکنگ مشن	ج۔د

[illegible]

[illegible] فروری سنہ ۱۹۱۵ع [illegible]

قیمت سالانہ تین روپے

اشتہار
تصنیفات خواجہ صاحب

اُسوۂ حسنہ - یعنی "زندہ اور کامل نبی" وہ لیکچر جو خواجہ صاحب نے بمقام علی گڈھ کالج دیا ۴ر

مسلم پرپیبر - مصنفہ خواجہ صاحب انگریزی ۴ر

ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام - مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی ۱۲ر

صحیفۂ آصفیہ "تبلیغ بنام حضور نظام حیدر آباد دکن" مصنفہ خواجہ صاحب ۲ر

بنگال کی دلجوئی - انگریزی اردو ہر دو ایک ایک آنے کے ٹکٹ آنے پر مفت

مُسلم ان ٹچیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی ایک آنے کے ٹکٹ پر مفت

کرشن اوتار - محصولڈاک آنے پر مفت

پیغام صُلح محصولڈاک آنے پر مفت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صُلح

وہ اخبار ہے جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں خواجہ کمال الدین صاحب اور اُن کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سناتا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں لے کر ہفتہ میں تین بار شایع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تنقیدات اور دلکش ادائی بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قایم رکھنے کا بیان بحسن وخوبی انجام دیتا ہے - اور اپنی دل ربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا بے نظیر اخبار ہے

قیمت سالانہ چھ روپے ششماہی تین روپیہ - سہ ماہی ایک روپیہ نو آنہ ماہوار نو آنہ

المشتہر مینیجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ماخوذ از اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری ۱۹۱۵ء

سالِ نو

ہم اس موقعہ پر سلام اور دعا کا ہدیہ تمام ناظرین رسالہ اور خصوصاً اُن انگریز اور امریکن بھائی اور بہنوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے وہ مذہب اختیار کر لیا ہے جو فطرت انسانی میں مذکور ہے۔ اور جس کا تبلیغ بغیر کسی تکلیف کے کیا جا سکتا ہے۔ ہماری غرض اسلام سے ہے جس کے معنی ہی سلامتی اور امن کے ہیں۔ حقیقت میں دیکھا جاوے۔ تو اسلام ہی اس قابل تھا۔ کہ جس نے عرب جیسے خونخوار قبایل میں امن قایم کر دیا۔ اور انہیں اخوت کے ایسے سلسلہ میں منسلک کر دیا۔ جو اپنے اندر جمہوری قواعد اور اصول رکھنے کی وجہ سے ممتاز ہے ✤

اسلام قومی تمیز سے بالاتر ہے۔ ایک مسلمان جبکہ کسی دوسرے مسلمان کو دیکھتا ہے۔ تو اس کا دل سچی اور پُرجوش محبت سے بھر جاتا

ہے۔ خواہ وہ مختلف قوموں سے تعلق رکھتے ہوں۔ بعض متعصب نکتہ چینیوں کی یہ عادت ہو رہی ہے۔ کہ وہ اسلام کے ہر ایک طریق و اصول کو بدنما جامہ پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اس قسم کی سچی ہمدردی اور اظہار محبت کو پین اسلامزم کے بُرے نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن وہ نادانستہ اس امر کو ثبوت تک پہنچا رہے ہیں۔ کہ اسلام میں مختلف اقوام کے لوگوں کو ایک کر دینے کی طاقت اور جادو ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے۔ کہ اس قسم کے اعتقادات اور اصولوں کی تشہیر ہو۔ جن سے تمام عالم کے لوگوں کے تعلقات اخوت مضبوط ہو جاویں۔ یہی ہماری خواہش شروع سے ہے اور آیندہ رہیگی۔ اور ہم سچے دل سے امید کرتے ہیں کہ اس امر کی تکمیل بذریعہ اسلام ہوگی۔ جو کہ امن و سلامتی کا ہم معنے ہے ✦

گذشتہ اتوار یعنی ۲۰ دسمبر کے بعد جبکہ روز کہ برٹش مسلم سوسایٹی کے جلسہ عام میں اس کے پریذیڈنٹ سیف الرحمن شیخ عبد الرحمن فاروق لارڈ ہیڈلے نے تقریر فرمائی۔ ایک اور عورت ایسنورا ایی سیکسبی مسلمان ہوئی۔ اور اس کا نام خدیجہ رکھا گیا۔ اس اسلامی برادری میں جو کہ پختگی سے مضبوطی پکڑ رہی ہے۔ تین اور مسلمان انگریزوں کا اضافہ ہوا ✦

ہمارے انگریز اور امریکن بھائی اور بہنیں کے لئے یہ خبر باعث فرحت ہوگی۔ کہ ہمارے معزز بھائی خواجہ کمال الدین صاحب تین ماہ کے کامیاب سفر کے بعد ۲۴ نومبر کو مع الخیر بمبئی پہنچ گئے۔ حاجی خواجہ کمال الدین صاحب نے متبرک مقامات یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کی۔ اور حج کرنے کی دلی خواہش کو پورا کیا۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اُن کا یہ مختصر سا قیام اہل و عیال کے

ساتھ خوشی وخورمی سے گذرے۔

جناب سیف الرحمن شیخ رحمت اللہ صاحب فاروق لارڈ ہیڈلے اور مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد ووکنگ ہندوستانی زخمی سپاہیوں کے پاس وکٹوریہ ہوٹل نٹلی میں گئے۔ تاکہ اُن کی تشفی کریں اور اُن کے ساتھ اظہار ہمدردی بھی کریں۔ ان سپاہیوں کے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوا۔ جبکہ انہوں نے اپنے ایک ہندوستانی مولوی اور ایک مسلمان لارڈ سے ملاقات کی۔ جنہیں وہ دیکھنے کے متمنی تھے۔ اور جن کی بے تکلفانہ اور ہمدردانہ گفتگو اُن کے حق میں مقویات سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئی۔

حضرت محمد صلعم ایک فاتح کی حیثیت میں

حضرت محمد صلعم کی زندگی سے فاتحوں کے لئے سبق

حضرت محمد صلعم کے حالات زندگی انقلابات کا ایک سلسلہ تھی۔ جس کی وجہ سے خدا کے اُس زبردست رسول کی خصلت کے مختلف پہلوؤں پر نظر پڑتی ہے۔ آپ کی طبیعت میں تکلیف اور آزمائش۔ افلاس اور احتیاج پھر اعلیٰ درجہ کی حکومت اور دولت مندی کے وقت تغیر نہ آنا ایک ایسی بات ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی ہمیشہ بڑے ادب سے تقلیداً بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔

اس زمانہ میں جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ لوگوں کو نقصان پہنچ رہے ہیں۔ اور گردش زمانہ کی لپیٹ میں لوگ آ رہے ہیں۔ یا بعض بڑی

درخشندہ کامیابیاں حاصل کرتے اور شہروں کو اپنے قبضہ میں لا رہے ہیں۔ تو نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن واقعات کا بھی ذکر کیا جائے۔ جو حضرت محمدؐ صلعم کے فتح مکہ کے وقت ظہور میں آئے یعنی اسلامی فوج نے جب ایک معرکۃ الآرا، لڑائی کے بعد مکہ فتح کر لیا۔ تو اُس وقت آنحضرت صلعم کو ایک نہایت خطرناک مزاحمت کا تدارک کرنا پڑا۔ یعنی اُس موقعہ پر جب حضرت خالد کے زیر کمان دستہ فوج کا قیتروں سے مقابلہ کیا گیا۔ تو ظفر مند فوج کو وہ تمام تکالیف اور مظالم جو مسلمانوں پر مکہ سے نکالے جانے سے پیشتر روا رکھے گئے تھے۔ یاد آگئے۔ اور فوری انتقام لینے کا جوش دلوں میں پیدا ہوا۔ حضرت خالد جو اس دستے کے افسر تھے۔ فوراً شہر میں کشت و خون کے ارادہ سے گھس گئے۔ لیکن حضرت محمدؐ صلعم نے جو اس تمام حالت سے آگاہ تھے۔ روک دیا اور اپنے بروقت فرمان سے شہر کو قتل عام سے بچا لیا۔ مسلمانوں کے لئے مکہ کے سرکش لوگوں پر فتح حاصل کرنا آسان تھا۔ لیکن اس آتش غضب کو فرو کرنا نہایت مشکل تھا۔ جو ان تکالیف کی یاد سے بھڑک اُٹھی تھی۔ جو انہیں ظالموں کے ہاتھ سے برداشت کرنی پڑی تھیں۔ لیکن رسولِ اکرم نے اُنہی پیروں میں مناسبت کی ایک بے نظیر روح پھونک رکھی تھی۔ آپ کے فرمان نے انتقام کے اس تیز و تند طوفان کو ایک لمحہ بھر میں ساکت کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہماری آرزو ہے۔ کہ اہلِ مکہ کے دلوں کو تسخیر کیا جائے۔ اور اس سختی سے مغلوب کرنا اور جبراً اپنا مذہب ان سے منوانا ہمارے منشا کے خلاف ہے۔ لہٰذا تمام جرنیلوں کے نام تاکیدی احکام جاری ہوئے۔ کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں چنانچہ عین طلوع کے وقت حضرت صلعم اُس اونٹ پر سوار ہوئے

جس کا نام الکسوہ تھا - اور اپنے وطن مولود میں داخل ہوئے - حضرت ابوبکرؓ جو بعد میں آپ کے خلیفہ ہوئے - آپ کے داہنے ہاتھ کی طرف تھے - اور حضرت حسام پیچھے آرہے تھے - یہ فتح تو واقعی بہت بڑی تھی - لیکن کسی فتحمند بادشاہ کی وہ شان وشوکت جو اس موقعہ پر ہوا کرتی ہے - آنحضرت صلعم کی اس خوشی وانبساط کا مقابلہ نہ کرسکتے تھی - جو اُن کے دل میں اُن تمام الہامات کے پورا ہونے کی وجہ سے ہوئی جس میں حضور کے پھر مکہ میں خیر وعافیت کے ساتھ داخل ہونے کے متعلق پیشینگویاں تھیں جن کا اعلان کئی سال پیشتر کیا جا چکا تھا - خدا کے اس وعدہ کے پورا ہونیسے (ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد) جو کہ عین بیکسی کی حالت میں دیا گیا تھا - ان کے پیروں کا اعتقاد زیادہ مضبوط ہو گیا - اور جن کے دلوں میں اس وقت تک بتوں کی محبت جاگزین تھی انہیں بھی معتقد بنا دیا ٭

اس موقعہ پر حضرت محمد صلعم نے ایک زبردست شاہنشاہ کی طرح بڑا فاخرہ لباس پہننے کی بجائے ایک زائر کے لباس کو جس سے عاجزی ٹپکتی تھی - زیب تن کرنا زیادہ اچھا سمجھا - اور اُن آیات کو دہرانا شروع کیا - جن میں فتح مکہ کی پیشینگوئی تھی - آپ کی زندگی کا ایک خاص مقصد خدا واحد کی حمد وستایش کرنا تھا - آپ نے فرمایا کہ آسمان وزمین کا مالک خدا ہی ہے - اور علیم ودانا ہے - اور اُس نے اب اپنے رسول پر اس اپنے وعدہ کی سچائی کو ظاہر کر دکھایا - جو اس کے مکہ میں صحیح وسلامت داخل ہونے کے متعلق تھی ٭

حضرت محمدؐ اونٹ سے اُترنے کے بغیر سیدھا مکہ کی طرف تشریف لے گئے - یعنی اُس مقام کی طرف جو حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمعیلؑ کی یادگار تھا - اور قدیم الایام سے جائے پرستش بن رہا تھا - اور

جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدا میں عبادت فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ وہ معبد تھا۔ جس کا سنگ بنیاد دوبارہ تعمیر کے وقت آپ کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا۔ آپ نے اس مکان کے گرد سات طواف فرمائے۔ اور ہر دفعہ اپنے عصا رسے اس کھُردرے حجر اسود کو چھُوا ہی خیال ہے کہ وہ ایک مقدس یادگار حضرت ابراہیمؑ کی جس نے خدا کی وحدت کا ڈنکہ بجایا۔ اس موقع پر ایک خلاف توقع نظارہ دیکھنے میں آیا۔ رسول صلعم نے چاہا کہ آپ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیں۔ لیکن عثمان ابن طلحہ نے جو کہ قدیم الایام سے کعبہ کا متولی تھا۔ دروازہ کو قفل لگا دیا۔ اور آپ کو داخل ہونے سے روکا۔ بھلا غور تو کیا جائے۔ کہ ایک فاتح حاکم اور اُس کا مقابلہ اس شہر کا ایک باشندہ کرے۔ جو کہ ابھی ابھی فتح ہو چکا ہے۔ اور اس قسم کے بیباک شخص کے لئے کس درجہ کی سخت سزا تجویز کی جانی چاہئے! اس شہزور شہزادہ کی خود ضبطی کا اندازہ صرف اسی ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جب کہ آپ نے اس متولی کی گستاخانہ طریق عمل کی کچھ پرواہ نہ کی۔ لیکن حضرت علیؓ سے متولی کی یہ شوخی برداشت نہ ہو سکی۔ اور اُنہوں نے رسول صلعم سے آنکھ بچا کر متولی مذکور کے گلے کو جا دبوچا۔ اُس وقت اُن کے باہم بہت کشمکش ہوئی۔ اور بہت جوش سے بھرے ہوئے الفاظ ایک دوسرے کے مونہہ سے نکلے لیکن حضرت علیؓ نے جن کی شہزوری ضرب المثل تھی۔ عثمان کو پچھاڑا اور اپنے زور بازو سے چابی چھین لی۔ مگر جب کہ چابی حضور صلعم کے سامنے پیش کی گئی۔ تو آپ نے بڑی متانت سے حکم دیا۔ کہ چابی پھر متولی کے سپرد کر دی جائے۔ اور فرمایا کہ یہ ہمیشہ اس کی اور اس کی اولاد کی تحویل میں رہیگی۔ یہ یاد رہے کہ چابی کا عثمان سے چھینا

جانا گویا اُسے بڑی جائیداد اور فوائد سے محروم کرنا تھا۔ لیکن اُسے عین مایوسی کی حالت میں بتلایا گیا۔ کہ چابی اسی کو واپس دی گئی ہے۔ اس واقعہ سے عثمان ازحد خوش ہوا۔ اور اس پر حضرت محمدؐ کے دل کی کیفیت کھلی۔ اُسے خوب معلوم تھا۔ کہ حضرت صلعم کے اختیار میں ہے۔ کہ اس کا سر تن سے جدا کروا دیں۔ اور چابی جو کہ مالی مفاد کا ذریعہ ہے۔ اپنی کسی اولاد کے لئے مخصوص کر دیں۔ عثمان نے بڑی شکر گذاری کے ساتھ کلید واپس کی۔ اور نہ صرف دروازہ ہی کھولا۔ بلکہ بعد میں اسلام بھی قبول کر لیا۔ یہ چابی اس وقت تک عثمان کے خاندان میں بطور ورثہ چلی آتی ہے۔ اور اس فاتح رسولؐ کی عفو اور احسان کی ابد الآباد تک یہ ایک گویا یادگار ہے۔

مسجد ووکنگ میں برٹش مسلم سوسائٹی

کے عام جلسہ کی روئداد

برٹش مسلم سوسائٹی کا پہلا جلسہ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو مسجد ووکنگ میں منعقد ہوا۔ حاضرین کی ایک بڑی بھاری تعداد تھی۔ جس میں بہت سے معزز اشخاص بھی تھے۔ سب سے پہلے یحیٰی النصر پارکنسن صاحب ایف۔ جی۔ ایس۔ ایم۔ بی۔ اے۔ ایس آنریری وایس پریزیڈنٹ سوسائٹی مذکور کی چٹھی پڑھی گئی۔ کیونکہ صاحب موصوف کسی اتفاق سے شریک جلسہ نہ ہو سکے۔ یہ چٹھی کسی اور جگہ درج رسالہ کی گئی ہے۔

اس کے بعد رایٹ آنریبل جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بی۔ اے۔ ایم۔ آئی۔ سی۔ ای۔ آئی۔ ایف۔ ایس۔ ای سے بحیثیت پریزیڈنٹ سوسایٹی اپنا لکچر دیا۔ جو کہ مکمل رسالہ اسلامک ریویو میں درج ہے۔ لارڈ صاحب موصوف کے بعد ہمارے بھائی پروفیسر ایچ مصطفےٰ لیٹن پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایل ایل ڈی۔ پی ایس پی نے بڑے جوش سے بیان کیا۔ کہ وہ اکتیس سال تک ایک ایسے مذہب کو مانتے رہے ہیں۔ جسے نہایت معقول خیال کیا جاتا ہے۔ انہوں نے پھر ایک جلسہ کا ذکر کیا۔ جس میں یہودی مسلمان اور عیسائی صاحبان نے باہم دوستانہ طور پر ان تمام امور کے متعلق تحقیقات کرنی شروع کی۔ جن پر ان تمام کا مذہبی نکتہ خیال سے اتفاق ہو۔ پروفیسر مذکور نے جو اس وقت عیسائی تھے۔ اور شریک جلسہ بھی تھے۔ فرمایا۔ کہ اہل جلسہ میں سے ایک فاضل نے کہا کہ حاضرین کا متفقہ اعتقاد ہے۔ کہ خدا احکم الحاکمین اور رب العلمین بھی ہے اور اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے حضرت آدمؑ کو الہام سے مشرف کیا۔ پھر سب کا اس پر بھی اتفاق ہوا۔ کہ حضرت نوح بھی خدا کی طرف سے پیغام لائے۔ پروفیسر صاحب نے ان ہی حاضرین پر ظاہر کیا۔ کہ جب کبھی زمانہ کی ضروریات خدا کی طرف سے الہام کی محتاج ہوتی ہیں۔ تو اس وقت ایک رہنما اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس کے بندوں پر ظاہر کرنیکے لئے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب نے پھر بتلایا۔ کہ یہ سلسلہ گفتگو حضرت ابراہیمؑ تک پہنچا۔ اور ہر سہ مذاہب کے پیروں کا اُن کی رسالت پر کلی اتفاق تھا۔ اسی طرح حضرت موسےٰ پر وحی الٰہی کے نزول پر بھی سب متفق الرائے رہے۔ انہوں نے حضرت مسیح کی انجیل کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد ایک مسلمان نے پروفیسر صاحب سے مخاطب ہوکر کہا

کہ عیسائی اپنا مذہب یہودیوں کے مذہب سے اس لئے بہتر خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ مذہب بعد میں آیا۔ لیکن اسلام ایسی دلیل سے عیسائیت کے مقابلہ میں افضل ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو رسول اکرم حضرت محمدؐ کے ذریعہ قرآن مجید میں ایک غیر فانی وحی الٰہی کا پتہ دیا گیا ہے۔

اس تمام حقیقت کے بیان کرنے کے بعد پروفیسر صاحب نے حاضرین جلسہ موجودہ سے کہا۔ کہ اسلام وہی مذہب ہے۔ اور وہی سیدھا سادھا طریق ہے۔ جو خدا نے ابتدائے آفرینش سے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے مقرر کیا۔ صرف اسلام ہی پہلی مقدس صحیفوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور حضرت محمدؐ صلعم نے تمام قسم کی تعلیمات کو تکمیل تک پہنچایا۔ اور جس طرح قرآن شریف خدا کی آخری کتاب ہے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ بھی خاتم النبیین ہیں۔ پھر لکچرار صاحب نے ذکر کیا۔ کہ ایک شخص رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ میں ناخواندہ اور جاہل ہوں۔ مجھے اسلام کے متعلق کچھ وعظ کیا جائے۔ کہ میں اس پر عمل کر سکوں۔ رسول پاک نے فرمایا۔ کہ برا کام مت کرو۔ اس پر اس شخص نے حتی الامکان کاربند رہنے کا وعدہ کیا۔ اور ایک سال کے بعد واپس آکر عرض کیا۔ کہ حضور کے فرمان پر عمل کرنا بہت مشکل تھا۔ لیکن میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اور برا کام نہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ مجھے کچھ اور فرمایا جائے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے حکم دیا۔ کہ منہ سے بری بات نہ نکالو۔ ایک سال گذرنے پر وہ شخص پھر حاضر ہوا۔ اور کہا کہ حضور کا یہ حکم مشکل تر تھا۔ لیکن مجھے کامیابی ہوئی۔ کیونکہ میں نے زبان سے کوئی برا کلمہ نہیں نکالا۔ اب مجھے اور نصیحت فرمائی جائے۔ اس پر حضرت صلعم نے اسے کہا۔ کہ خیال

سے کسی کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ پھر ایک سال کے بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور بیان کیا۔ کہ یہ کام نہایت ہی مشکل تھا۔ لیکن میں نے اُسے پورا کیا ہے۔ مجھے اور کچھ عطا کیا جائے۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ بس اب تم مسلمان ہو۔ چنانچہ اس سے ڈاکٹر لی اوئن نے سامعین سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ آیا یہ مذہب ایسا نہیں۔ کہ اس پر ناز کیا جائے۔ وہ مذہب جو کہ نہ عمل سے نہ کلام سے اور نہ خیال سے کسی کو ضرر پہنچانے کی تعلیم دیتا ہے کیا اس قابل نہیں کہ مغرب والوں کو سکھلایا جائے۔ اور بعد میں پروفیسر مذکور نے حاضرین میں سے اُن کو جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن جنہوں نے جلسہ میں اپنی شمولیت سے اس اسلامی تحریک کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ مخاطب کر کے کہا۔ کہ وہ اسلام کا خود مطالعہ کریں۔ اور خوب یاد رکھیں۔ کہ اسلام ہی خدا کی آخری وحی ہے۔ جو ہمارے پاک رسولؐ پر نازل ہوئی۔ اور جس نے اُن موسوی اور عیسوی مذاہب کی تکمیل کی جو قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں بھیجے گئے۔

پروفیسر صاحب کے بعد ہمارے بھائی کپتان عبد الرحمن سٹینلے مسگریو اپنے فوجی وردی پہنے ہوئے تقریر کے لئے اُٹھے۔ اور لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ پریذیڈنٹ کا شکریہ ادا کرنے کی تجویز کرنے کے بعد آپ نے بیان کیا کہ میں کلیسیا انگلستان کا برائے نام پیرو رہ چکا ہوں۔ جب میں نے سموئیل لینگ کی کتاب موسومہ ماڈرن زوروسٹر کا مطالعہ کیا۔ تو مجھے اپنے عقاید پر بڑی توجہ سے غور کرنا پڑا۔ میں لایق معلمین کے زیر تعلیم بھی رہا۔ مجھے کیتھولک فرقہ کے پادری صاحب نے کہا۔ کہ میں اس مذہب کا پیرو نہیں رہ سکتا کیونکہ میں بہت زیادہ علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے کہا گیا کہ

میں ایک حد تک تحقیقات کر کے ترقی کر سکتا ہوں۔ اور اس کے بعد مجھے کچھ نہ دریافت کرنا چاہیے۔ اور محض اعتقادات پر ہی قناعت کرنا چاہیے۔ اس لئے پھر میں نے کلیسیا انگلستان کی تعلیم کا مطالعہ کیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ میں کلیسیا میں سے نہیں۔ جس کی وجہ سے پھر میں دیگر عیسائی فرقوں کے پاس گیا۔ اور ان کے اعتقادات کا مطالعہ کیا۔ لیکن میری تشفی نہ ہوئی۔ بعد ازاں میں نے ایک کتاب بنام اسلام پڑھی۔ جو میجر لیونارڈ کی تصنیف شدہ تھی۔ اور اس پر بڑا غور کیا۔ چونکہ میں نے جنوبی افریقہ۔ ہندوستان اور مصر میں ملازمت کی ہوئی تھی۔ میں نے ان تحریرات کا مقابلہ اپنے اس علم سے کیا۔ جو مجھے مشرق کے مسلمانوں کی نسبت ذاتی طور پر تھا۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ اسلام میں سادگی۔ خاص قسم کے بے دلیل اعتقادات کی موجودگی اور اعلیٰ پایہ کی روحانی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور یہ ایسی باتیں تھیں۔ جو عین میرے خیال کے مطابق تھیں۔ گویا میں مسلمان ہی تھا۔ ازیں بعد کپتان صاحب نے حاضرین جلسہ سے اسلام کے متعلق تحقیقات کرنے کی درخواست کی۔ اور کہا کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی سوانحعمری پر غور کریں۔ اور اپنی ذات کی خاطر مذہبی امور کی نسبت سوچیں۔ کیونکہ یہ انسان کی خوشحالی کے لئے ازبس لازمی ہیں۔ خاتمہ پر کپتان صاحب نے جلسہ میں اپنی شمولیت پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور دوبارہ لارڈ ہیڈلے صاحب کے شکریہ ادا کرنے کی تجویز پیش کی +

پھر ووکنگ کے ہمارے ایک بھائی احمد ویلش صاحب ایم بی۔ ایم۔ ایس نے شکریہ کے متعلق تجویز کی تائید کی۔ اور بتلایا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور اس پر ایمان رکھنے والے آپس میں

بھائی بند ہیں۔ اور پھر لارڈ ہیڈلے۔ پروفیسر لیون۔ کپتان مسگریو اور دیگر اصحاب کے جلسہ میں شریک ہونے پر مسرت ظاہر کی۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب کی تعریف کر کے کہا۔ کہ ان کی ہی کوشش سے یہ اسلامی تحریک ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اور خواجہ صاحب نے محنت شاقہ کی اور یہ جلسہ اُن کی کامیاب سعی کا ظاہری ثمرہ ہے۔ اور بعد میں برٹش مسلم سوسایٹی کے شاندار مستقبل ہونے کی امید کی اور بتلایا۔ کہ اس کے ذریعہ ان تمام برٹش مسلمانوں کا تعلق باہمی گہرا ہو جائیگا۔ جو کہ گو آپس میں بھائی ہیں۔ لیکن مسافت کے وجہ سے ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں +

آخیر میں مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی امام مسجد ووکنگ تقریر کے لئے اٹھے اور پریزیڈنٹ کا شکریہ ادا کرنے کی تجویز کی تائید کر کے اسلام کے جمہوری اصولوں کا تذکرہ کیا۔ اور ظاہر کیا کہ اس مذہب کے پیرو آپس میں بھائیوں کی طرح خیال کئے جاتے ہیں۔ اعلیٰ و ادنےٰ۔ سفید و سیاہ سب بھائی ہیں۔ خواہ دُنیا کے کسی حصہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور اسی اصول اخوت کی بنا پر ہمیں ترکوں سے جو مسلمان ہیں ہمدردی ہے۔ خواہ ہم ہندوستانی ہوں یا ترک محض ایسے رشتہ اخوت کے باعث ہمیں اُن کے لئے درد ہے۔ لیکن مسلمان کا مسلمان کے خلاف برسرپیکار ہونا البتہ قابل افسوس ہے۔ لیکچرار نے پھر اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ اسلام اپنے پیروؤں کو وفاداری کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں کو لازمی ہے۔ کہ ہم حضور ملک معظم دام ملکہٗ کی تابعداری اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہیں۔ کیونکہ ہم اُن کی رعایا ہیں۔ مولوی صاحب مذکور نے لارڈ ہیڈلے صاحب کے ساتھ اتفاق کیا۔ کہ اصول اسلام پر

کا ربند رہنا نہایت ضروری ہے۔ اور ذکر کیا کہ جب حضرت محمدؐ صلعم نے حضرت معاذ کو گورنر صوبہ یمن مقرر کیا۔ تو نصیحت کی کہ وہ ابتداً خدا کی واحدانیت کی تلقین کریں۔ اور محمدؐ کا نام تک بھی نہ لیں۔ اور پھر جب لوگوں کو اسلام کے بنیادی مسئلہ کی سمجھ آجائے تو پھر نماز اور دیگر اعتقادات کی تعلیم دی جائے۔ مولوی صاحب نے پھر بیان کیا۔ کہ بڑے بڑے عالم اور شایستہ لوگ اسلام کی تعلیم کا غور و خوض سے مطالعہ کرکے مسلمان ہوئے ہیں۔ اور مغرب میں بھی اسی طرح ہر روز بڑھتے جاتے ہیں۔ اسلام کے متعلق صرف غلط فہمیوں کو دور کرنے ہی سے اس کی سچائی لوگوں کے دلوں پر اثر کر جاتی ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ حقیقت میں مسلمان ہیں۔ اگرچہ انہیں اسلام سے بالکل واقفیت نہیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے اعلان کیا۔ کہ گذشتہ ہفتہ میں اور تین صاحب مسلمان ہوئے جو انگریز مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی جماعت میں اضافہ کا موجب ہوئے ہیں۔ نیز بتلایا کہ اسی دن صبح کو پروفیسر لین۔ کپتان مسگریو۔ محمدؐ وڈورڈ۔ خالد شیلڈرک اور مسٹر پرکنس صاحب لنڈنی کے روبرو ایک اور صاحب مشرف باسلام ہوئے۔ اور ان کا نام یحییٰ رکھا گیا۔

جلسہ کے دن سب لوگوں نے اسلامی اخوت کی پوری شان دیکھی۔ لارڈ ہیڈلے۔ پروفیسر لین۔ کپتان مسگریو۔ محمدؐ وڈورڈ نے بمعہ دیگر برادران اسلام کے مولوی صدرالدین صاحب کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اُن لوگوں نے جو اسلامی نمازوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہاں دیکھ لیا ہوگا۔ کہ اسلام نے کس طرح مشرق و مغرب کو ملا دیا ہے۔ یہاں دیکھا جاتا تھا۔ کہ کھانے کے وقت اور

گفتگو کے موقعہ پر کسی قسم کے درجہ کا امتیاز نہ تھا۔ کپتان و سپاہی لارڈ اور عامی۔ پروفیسر اور طالب علم۔ امیر و غریب۔ سب مساوات کے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ سچے اسلامی جوش سے اظہار اخوّت کر رہے تھے۔

اس موقعہ سے مغربی دنیا کے لوگ بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اسلام نے بڑی کامیابی کے ساتھ وہ نفرت انگیز قومی امتیاز دور کر دیا ہے۔ جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے جدا کرنے کا موجب ہو رہا ہے۔ اور دیکھا جاتا ہے۔ کہ دیگر قومیں اخوت پر محض وعظ کرتی ہیں۔ لیکن مسلمان روزمرّہ اس پر عمل کر کے دکھلا رہے ہیں۔ ہاں اسلام میں ہی صرف ایک اخوّت انسانی کا مسئلہ ہے۔ جو حقیقت رکھتا ہے۔ غرضیکہ یہ تمام دن بڑی خوشی سے بسر ہوا۔ اور ہر ایک شخص کا خیال تھا۔ کہ سوسائٹی کا یہ مبارک جلسہ اس کے شاندار مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔

پروفیسر پارکنسن کی چھٹی

بائیرس روڈ۔ کلوننگ ۷ار دسمبر ۱۹۱۴ء

مجھے اس بات کو سن کر نہایت خوشی ہوئی ہے۔ کہ اگلے اتوار کو برٹش مسلم سوسایٹی کا جلسہ منعقد ہوگا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اس عظیم الشان موقع پر شامل نہ ہوسکوں گا۔ اسلام کا قدم برطانیہ میں اب مضبوط جم گیا ہے۔ اور یہ بالخصوص ہمارے بھائی خواجہ کمال الدین صاحب کی قابل شکریہ سرگرم کوششوں اور قربانی کا نتیجہ ہیں۔ اور نیز چند پیشواؤں کا جو اسی مقصد کو لے کر کچھ سال پہلے محنت کرتے رہے ہیں۔ مگر خواجہ صاحب کی بے غرض فیاضانہ کوشش فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ اُنہوں نے ہمارے ہاتھ میں ایک ایسا رسالہ دے دیا جس میں ہم اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں اور اپنے مقاصد اور اصولوں کی طرف دوسروں کی توجہ منعطف کرسکیں۔ اُن کا وجود باجود علاوہ ازیں ہمارے اور ہمارے مشرقی بھائیوں کے درمیان میل اور ملاپ کی کڑی ثابت ہوا۔ برطانیہ میں اسلام کا درخت خوب نشو ونما پارہا ہے۔ اور پھل رہا ہے برٹش مسلم سوسایٹی اس کا پہلا پھل ہے۔ خدا کرے آیندہ یہ اس سے بھی زیادہ پھلے اور پھولے۔ اس قسم کی سوسایٹی کی سخت ضرورت تھی۔ اور درحقیقت یہ اس لئے ضروری تھی۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے اُس حکم کی تعمیل ہوجائے۔ جو آپ نے فتح مکہ کے بعد مکہ کے باہر پہاڑی پر دیا۔ اور وہ حکم یہ تھا۔ کہ کل مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی ہونا چاہیئے۔ مجھے توقع ہے۔ کہ یہ سوسایٹی ہمیں ایک دوسرے سے

باخبر رکھے گی۔ خواہ ہم کوسوں دُور ہوں ہمیں ایک عظیم الشان اخوت میں باندھ دے گی۔ ہمیں اسلام کے صراط مستقیم پر چلا دے گی۔ اور ہم میں سے ہر ایک میں ایک قوت پیدا کرے گی۔ تا زندگی کی کشمکش اور انسانی اخلاق فاضلہ اور مذہب اسلام کے قیامت تک باقی رہنے والے اصولوں کی حفاظت اور اشاعت کے لئے جدوجہد میں ہم کامیاب ہوسکیں۔ مَیں امید رکھتا ہوں۔ کہ یہ سوسایٹی دنیا کے پردہ پر جو بھی مسلمان بھائی ہے۔ اس سے ہمیں باخبر اور تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اتفاق و وحدت ایک طاقت ہے۔ خدا کرے یہ سوسایٹی ہم میں اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے درمیان میل و ملاپ کی ایک کڑی ثابت ہو۔ اور سب کو ایک اور کبھی نہ ٹوٹنے والی زنجیر میں جمع کرکے باندھ دے۔ اور اس زنجیر کے حلقہ کے اندر مشرق و مغرب افریقہ و امریکہ سبھی تو آجائے۔ ہم نے سلطنت برطانیہ کے عین قلب میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ اس کے ریشمی پھریرے ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ شرفا و صلحا مرد اور شریف اور نیک خاتونیں اس کے نیچے جمع ہو رہی ہیں۔ آؤ ہم کوشش کریں۔ کہ اس جھنڈے کے پھریری بے داغ و بے لوث اُڑتے رہیں۔ ہاں اسی طرح بے داغ و بے لوث جیسا کہ چودہ سو برس قبل عرب کی چلتی بلتی ریت پر اُڑتے تھے۔ ہم سب پر یہ حق ہے۔ اور ہم سب کا یہ حق ہے۔ کہ ہم اپنی قوم میں سب سے پہلے آدمی ہوں۔ جو اُن اصولوں کی حمایت کریں۔ جن کے لئے یہ جھنڈا گاڑا گیا ہے۔ اور سچائی کی حمایت میں بہتان اور افتراؤں کا جو اسلام پر لگائے جاتے ہیں۔ مقابلہ کریں۔ اور اپنے اُن ایمانوں کو بلاخوف و خطر ظاہر کریں۔ جو ہم میں ہیں۔ اور ہماری ملکیت ہیں۔ اسلام ہمیں ایک عظیم الشان ورثہ ملا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہونا چاہیئے۔ کہ ہم اس پر کوئی حرف نہ آنے دیں اور اسی آب و تاب کے ساتھ اُن کے سپرد کریں۔ جو ہمارے بعد آویں

اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ جائیں۔ کہ وہ اس پر فخر کریں۔ اور اس کے ذریعہ انصاف اور سچائی کی راہ کو زیادہ پختگی سے طے کر سکیں۔ اور اس کی مدد سے اُن بلندیوں پر چڑھ جائیں۔ جو ہم بھی نہ چڑھے ہوں۔ اور اپنے خیالات اور مقاصد اس قدر اعلیٰ مقامات پر پہنچا سکیں جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ گذرے ہوں۔ ڈرو نہیں۔ وللآخرة خیر لك من الاولیٰ مستقبل ماضی سے تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس میں اخلاص اور دیانت سے کام لو۔ کام کئے جاؤ۔ کیونکہ کام ہی ہے۔ جس سے انسان مقاصد تک پہنچتا ہے۔ اور اپنے فرض کو ادا کرتا ہے۔ ہاں اس پاک انسان کی طرح جس کو بیابان کے عرب الامین کہتے تھے۔ تم دلوں کو مضبوط کرو۔ اور استقلال سے کام کئے جاؤ۔ اور اپنے کل کاموں میں صدق و وفا سے کام لو۔ ایسا کروگے تو ضرور ہے۔ کہ تمہاری کوششوں کو فتح اور کامیابی کا تاج پہنایا جائے۔ اسلام کے لئے بڑھے چلو۔ یا ال الاسلام اسلام کی بجے پکارے جاؤ۔ یہی تمہارا امتیازی نعرہ ہو۔ اور تم منظفر و منصور ہوگے۔ اللہ تم سب کے ساتھ ہو۔ السلام علیکم

راقم یحییٰ النصر پارکنسن

ایک چٹھی ایڈیٹر اسلامک ریویو کے نام

جنابِ من - ایک مسلمان دوست کی مہربانی سے کچھ عرصہ سے میں اسلام پر لکھی ہوئی مقبولِ عام کتابوں کا مطالعہ کر رہی ہوں جن میں سے میں سید امیر علی صاحب کی قابلِ تعریف تصنیفات کا ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ اسلام میں حقوقِ نسوان کے متعلق اُن کے ایک رسالے نے مجھے خاص طور پر نفع دیا۔ دوسری مشہور کتب میں سے جنہوں نے میرے دل پر خاص طور پر اثر کیا ہے۔ وہ ہلیل ہلید کی تصنیف "ہلال بمقابلۂ صلیب" ہے۔ نیز لیڈر کی تصنیف "اسرارِ مصر و مذہبِ اسلام" اور کارلائل کی کتاب "ہیرو نبی کے رنگ میں" ہے +

میرے بغور مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت محمدؐ کی جو عظیم الشان نبی اور مصلح ہیں۔ اور اُن کے حُریت پسند مذہب کی حد درجے کی تعریف میرے قلب میں پیدا ہو گئی ہے اور اب اس مذہب کو قبول کرتے ہوئے میں اپنے اندر بڑی تسلی اور خوشی محسوس کرتی ہوں +

اگرچہ میں تسلیم کرتی ہوں۔ کہ اصلاح شدہ عیسویت ایک بڑا مذہب ہے۔ مگر پھر بھی یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ کہ اسلام نہ صرف عیسویت کے بہترین اصولوں کی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ بلا شک و شبہ اپنے فلسفیانہ اور روحانی خیالات میں اور اُن اصولوں میں جو بہتر تمدن اور معاشرت سکھلاتے ہیں۔ اسلام عیسویت پر بہت بڑھ چڑھ کر فوقیت رکھتا ہے

میں آپ کو اپنے ان خیالات اور قبولِ اسلام کے متعلق اس لئے اطلاع دیتی ہوں کہ ممکن ہے کہ آپکے لیئے اور آپکے قیمتی اسلامک ریویو کے ناظرین کیلئے دلچسپی کا باعث ہو۔ میں اپنا دستخط اسلامی نام میں کرتی ہوں +

آپکی صادق آمینہ (مس اے بمفورڈ) کیو روڈ رچمنڈ ایس ڈبلیو دسمبر ۱۹۱۳ء

ایک چٹھی بنام اخی المکرم خالد شیلڈرک

از سائیکیمور ہوس ۔ وورال متصل شفیلڈ ۔ مرقومہ ۱۶ ؍ دسمبر ۱۹۱۴ء

برادر عزیز! میں غفلت کی وجہ سے آپ کو جلد خط نہ لکھ سکا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے ہمیشہ اسلامک ریویو بھیجتے رہتے ہیں۔ جس کا آنا میرے لئے خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ اور جسے میں دوسرے احباب کو بھی جو عالمگیر مذہب کے متعلق دلچسپی رکھتے ہیں۔ پڑھنے کے لئے دے دیا کرتا ہوں۔ اسلامک ریویو کے خیالات اور مقاصد ایسے منتخب اور وسیع ہیں کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نسیم سحری کی طرح حقیر مذاہب اور لغو عقاید کی کہر کو صاف کر دیں گے ؛

کچھ اپنے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ اور نہایت آزادی اور راستی سے کہتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ آپ صاف گوئی کو پسند کریں گے۔ میری مذہبی زندگی کا نشو و نما آہستہ آہستہ ہوتا رہا ہے۔ مذہب عیسوی کے ایک نہایت متعصب فرقہ بیپٹسٹ کے مطابق مجھے تعلیم ملی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ میں اس قدر ترقی کر گیا۔ کہ مذاہب کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ کئی سالوں تک تو مجھے شک ہی رہا۔ کہ مذہب واقعی کچھ چیز بھی ہے یا نہیں۔ لیکن موجودہ اسپرچولزم (علم روحانیات) کے متعلق تحقیقات نے مجھے یہ یقین دلا دیا۔ کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ضرور ہے۔ اگرچہ اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ جو مذہبی خیالات مجھے سکھلائے گئے تھے۔ وہ سب درہم برہم ہو گئے۔ پھر میں نے برہمنوں کا مذہب اور بدھ مذہب کا مطالعہ کیا۔ اور مجھے علم ہیئت اور ان بنیادی علوم سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ جن سے مصر اور یونان کے قدیم مذہب نکلے تھے۔ کنفیوشس کے حالات زندگی اور اس کی تعلیم بھی مجھے بہت عرصہ تک

معلوم ہوئی۔ الغرض ان تمام مطالعوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ عالمگیر مذہب کے اصل الاصول میں یہ باتیں ضرور ہونی چاہئیں۔ کہ علیم و رحیم خدا کی تعظیم و عبادت اور خدا کی پیدا کردہ مخلوق سے عقد اخوت باندھکر نسل انسانی کی خدمت ہو۔

میں اب بھی سپر چوسٹون کی مجلس سے تعلق رکھتا ہوں۔ اور اس کی قومی کونسل میں شریک ہوتا ہوں۔ لیکن اسلام کا جو کچھ میں نے مطالعہ کیا ہے خاص کر اسلامک ریویو کے ذریعہ اور قرآن کے ذریعہ جس کا انگریزی ترجمہ جسے میں نہایت ناقص ترجمہ سمجھتا ہوں میرے پاس ہے۔ جو کچھ میں نے اسلام کے متعلق معلوم کیا ہے ؂ کہ جب میں علم روحانیات (اسپرچولزم) کی تائید میں تقریر کرتا ہوں (اور جو میں اکثر کرتا ہوں) تو در اصل میں اکثر اسلام ہی کے اصولوں کی تائید کیا کرتا ہوں۔ اور جب میں ان اصولوں سے عیسائیت کا مقابلہ کرتا ہوں۔ تو عیسائیت کو اس کے سامنے ہیچ پاتا ہوں۔ میں کہاں تک مسلمان ہوں میں نہیں جانتا لیکن میں جانتا ہوں کہ خدا کے فضل سے ایکدن میرے لئے یہ معاملہ صاف ہوجائیگا مثلاً اسلامک ریویو کے موجودہ پرچہ کے صفحہ ۳۰۵ پر جو ایڈیٹر نے سوال کیا ہے۔ کہ "اسلام کیا ہے" اُس کے جواب کو بغور پڑھنے سے میں یہ پاتا ہوں۔ کہ جو کچھ اسلام کی تعریف بیان کی گئی ہے میں حرف بحرف اُس سے اپنے آپ کو متفق پاتا ہوں۔

یہ سچ ہے۔ کہ اُسکی بعض باتوں کو میں خود دوسرے لفظوں میں بیان کرتا۔ لیکن بہر حال میں اُس سارے بیان کے متعلق آمین کہتا ہوں۔ اور اُس کو میں بطور اپنے عقیدہ کے قبول کرتا ہوں۔

میرے مذہبی خیالات میں یہ بات شامل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو جو اُسکی مخلوق ہے۔ اپنی منشا کے پورا کرنے کے لئے منتخب کیا کرتا

؂ وہ مجھ میں اور اسلام کے پیروں میں اس قدر اشتراک اور اتفاق پیدا کردیتا ہے

ہے۔ امید کہ ہم بھی اُس کے بندوں میں داخل ہونے کے لئے ویسا ہی حق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ابراہیمؑ۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلعم رکھتے تھے۔ اگرچہ اُن سے کم درجہ پر۔ مگر جہاں تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق بخشے۔ اور یہ بھی میرا خیال ہے۔ کہ ہمارا یہ حق مرنے کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوجاتا۔ بلکہ مابعد زندگی میں بھی ہم خدا کی عبادت اور اُسکی مخلوق کی خدمت کرتے رہیں گے۔ پس اے میرے بھائی تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ مَیں کس مقام پر ہوں۔ اور اگر تم میری مدد کرو تو مَیں تمہارا نہایت شکر گذار ہونگا ✦

مجھے نہایت پسند تھا۔ کہ مَیں مسجد ووکنگ میں آکر اگلے اتوار کو لارڈ ہیڈلے کی تقریر سنتا۔ مگر مالی مشکلات کی وجہ سے یہ ناممکن ہے مَیں دنیوی زرومال کے لحاظ سے تو غریب آدمی ہوں۔ لیکن سچی خوشی اور دوستوں کے لحاظ سے بڑا امیر آدمی ہوں ممکن ہے یہ حالت ہمیشہ نہ رہے لیکن اگر خدا نے توفیق دی۔ تو مَیں جیسا کہ ہمیشہ سے کرتا آیا ہوں۔ خدا کی رضا کی معرفت تامہ کے حصول اور حق اللہ اور حق العباد کے ادا کرنے میں ہمیشہ ساعی رہوں گا ✦

برٹش مسلم سوسایٹی کی کامیابی کے لئے مَیں تہ دل سے دعا کرتا ہوں اور مَیں جہاں تک بن پڑے گا۔ کوشش کرونگا۔ کہ قابل لوگ شریک ہوسکیں ✦

اس خطرناک جنگ میں بھی اللہ تعالیٰ کا رحم اپنا کام کررہا ہے۔ کیونکہ ہر رنگ و مذہب کے لوگ آج دوش بدوش لڑرہے ہیں الحمد للہ۔ کہ لوگوں کے درمیان سے رنگ و مذہب کی امتیازی دیوار ٹوٹتی جارہی ہے جس میں سے رنگ کی دیوار سب سے سخت تھی۔ مَیں دعا کرتا ہوں۔ کہ یہ رنگ کا امتیاز دنیا سے جلد اُٹھ جائے۔ اور

اُس وقت لوگ سچائی پر غور کریں گے۔ جو اسلام پیش کرتا ہے۔ وہ ہے
توحید اور وحدت ؎

آخر میں بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور مبارکباد دیتا ہوں
تم پر خدا کا سلام اور برکتیں نازل ہوں ؎

تمہارا بھائی ارنسٹ ڈبلیو اوٹن

برٹش مُسلم سوسایٹی

افتتاحی ایڈریس

(از سیف الرحمٰن شیخ رحمت اللہ فاروق لارڈ ہیڈلے)

انگریز نومسلموں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ یہ ضروری معلوم ہوا کہ ان نومسلموں کی ایک باقاعدہ انجمن ہو جس میں وہ باہم مل کر تبدیل خیالات کر سکیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ اور ملاقات بڑھائیں۔ اور ان کے اندر اسلامی اخوت کی سچی روح پیدا ہو۔ اور دین اسلام کی ترویج اور اشاعت کے لئے وہ بخوبی کوشاں رہیں۔ اور اس اسلامی تحریک کے لئے جو انگلستان میں قایم کی گئی ہے اور جس کا مرکز ووکنگ ہے۔ یہ ایک تائید ہو۔ چنانچہ برٹش مسلم سوسایٹی یعنی انگریز نومسلموں کی انجمن کی بنیاد ۱۹۱۴ء میں رکھی گئی۔ اور اس کے پریزیڈنٹ لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور وائس پریزیڈنٹ یحیٰی النصر پارکنسن قرار پائے۔ اور اس کے ممبروں کی تعداد روز افزوں ہے۔ اس سوسایٹی کا سب سے پہلا جلسہ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو

ہوا جس کی مفصل روئیداد دوسری جگہ اس رسالہ میں درج ہے۔
نیچے لارڈ ہیڈلے کی افتتاحی تقریر کا ترجمہ دیا جاتا ہے ٭

اس تقریر کو پڑھتے وقت ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس بات کو بھول نہیں جانا چاہئے۔ کہ واقعی جن لوگوں کو اشاعت اسلام سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہی اس کی مشکلات کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کس قدر تدریجی تھی۔ ابتدا میں آپ کا وعظ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی تھا۔ پھر جوں جوں لوگ اس بات پر پختہ ہوتے گئے۔ ان کو دین کی اور باتیں سکھائی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ نے ربّیّ کے معنے جسے ہم آج عالم ربانی کہیں گے ان الفاظ میں بیان فرمائے۔ من یربی الناس بصغار العلم قبل کبارھا۔ پھر احادیث کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو جو امام یا مبلغ ہوتے بار بار یہی سمجھایا کرتے تھے کہ لوگوں پر اس قدر بوجھ نہ ڈالو۔ کہ وہ دین سے متنفر ہی ہو جائیں۔ معاذ بن جبل کو اہل یمن میں تبلیغ کے لئے آپ نے کیا ہدایات دیں کہ پہلے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھاؤ۔ پھر دین کے دوسرے امور۔ آج بھی جن لوگوں کو اس کام کی مشکلات سے واقفیت ہے۔ وہ اس اصول کو ہی اشاعت اور تبلیغ کا اصول زرین مانتے ہیں۔ اور جو شخص تدریجی طریق اشاعت پر معترض ہوتا ہے۔ وہ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر معترض ہوتا ہے ٭

لارڈ ہیڈلے کی اس تقریر میں جو نیچے درج ہے۔ ہمارے لئے بڑی خوشی کا مقام یہ ہے۔ کہ یہ نومسلموں کی انجمن جن میں سے اکثر لوگوں کے اسلام پر قریباً ایک سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں گذرا۔ اشاعت اور تبلیغ کے اہم مقصد کو اپنا اولین مقصد قرار دیتے ہیں۔ یہ وہ امر

تھا۔ کہ اگر ہمارے دلوں میں اشاعت اسلام کی کچھ تڑپ ہوتی تو
لارڈ ہیڈلے کی اس تقریر پر ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ کہ ان
نومسلموں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جوش ڈالا ہے۔ کہ وہ خود دین
اسلام کے خادم بن جائیں۔ مگر ہمارے مسلمان بھائیوں کا نقشہ تو
پہلے ہی کسی دانا نے خوب کھینچ دیا ہے ؎ ندارد بصد نکتہ نغز گوش
چو زحفے ببیند برآرد خروش ؎ ہماری نظریں اب اپنے بھائیوں
کی خوبیوں پر نہیں پڑتیں۔ بلکہ ان کے عیبوں کی تلاش میں لگی رہتی
ہیں۔ اس تقریر میں سے بعض لوگوں نے بالکل خلاف منشاء اصلی
تقریر کے یہ معنے نکال کر ان کو اخبارات میں شایع کیا ہے۔ کہ
لارڈ ہیڈلے نے اپنی تقریر میں نماز کا نہ پڑھنا اور تھوڑی شراب کا
پینا جائز کر دیا ہے۔ اور اس سے نتیجہ تو پھر صاف طور پر سوائے
اس کے اور کچھ نکالنے کی غرض ہی نہیں۔ کہ معلوم ہوا وہ مسلمان ہی نہیں
اور دوسرے قدم میں پھر اس نتیجہ پر پہنچ جانا ضروری ہے۔ کہ مسلمان
کرنے کی تجویز ہی فضول ہے۔ ناظرین اس تقریر کو غور سے پڑھیں۔ اس
کا اصل منشاء صرف اس قدر ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے اپنے نومسلم
بھائیوں کو اشاعت اسلام اور تبلیغ اصول حقہ کی تحریک کرتے ہوئے
یہ کہتے ہیں۔ کہ تم پہلے اصول دین کو محکم پکڑ کر ان کو پھیلاؤ۔ اور میرے
خیال میں گو الفاظ مختلف ہوں۔ گو کسی جگہ بوجہ واقفیت تامہ کے نہ
ہونے کے اظہار خیالات بالکل درست طرز پر نہ ہوا ہو۔ مگر اصل منشاء
اس تقریر کا وہی ہے۔ جو رفق کی تعریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمائی ہے۔ یعنی پہلے لوگوں کو دین کے اہم اور آسان امور سکھاؤ۔ پھر
اسکی مشکل باتیں سکھاؤ۔ بیشک اس کو غور سے پڑھ لیا جائے۔ اصل
منشاء اس کے سوائے کچھ نہیں۔ اور اس قسم کی اس تقریر کے فقرات

سے جیسے مثلاً لارڈ ہیڈلے نے یہ کہ دیا ہے۔ کہ انگریزی قوم کی مصروفیتیں اس قسم کی ہیں۔ کہ بعض وقت ان کو نماز پڑھنے کے لئے بھی وقت نہیں ملیگا۔ تو ایسی صورت میں وہ خاموشی سے دعا کرلیں۔ اس کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ اگر تم پہلے ہی بات کو پیش کروگے۔ کہ پانچ وقت کی نماز عین اوقات مقررہ پر ادا کرنا ہی اسلام کا اصل الاصول ہے۔ تو خواہ مخواہ لوگوں کی قبولیت اسلام کی راہ میں روک پیدا کردوگے۔ بلکہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ پہلے تم اصولی باتوں کو جو ایمان کے متعلق ہیں پیش کرو انکی خوبصورتی اور سادگی پر جب لوگ فریفتہ ہو کر خود ہی اس طرف کا رخ کریں گے۔ تو پھر ان کو وہ باتیں بھی سکھائی جاسکتی ہیں۔ جو ابتدا میں اُن کو نہایت مشکل معلوم ہونے کی وجہ سے ایک قسم کی رکاوٹ پیدا کردیگی

مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اس بات کو بھی چھوڑ کر نومسلموں سے وہ توقع کرنا جس کو پشت در پشت کے مسلمان پورا نہیں کرسکتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کیا یہاں سب مسلمان باقاعدہ پانچ وقت مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ کیا اس وجہ سے کہ بعض مسلمان نماز نہیں پڑھتے ہم کو آیندہ تبلیغ اسلام کا کام اس وقت تک چھوڑ دینا چاہئے جب تک کہ پہلے سارے مسلمان پانچ وقت مسجدوں میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کیا کریں۔ اور پھر اگر واقعی نماز کے پانچ وقت ادا کرنے میں مشکلات نظر آتی ہیں۔ تو کیا یہ ہمارے ہی طرز عمل کی وجہ سے نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ولایت میں گئے۔ پھر انہوں نے کون سا نمونہ اپنے نمازی ہونے کا وہاں پیش کیا جس سے انگریزی قوم کے دلوں پر نماز کی عظمت کا رعب بیٹھ جاتا۔ یہی نمونہ ہے۔ کہ وہاں جاکر نماز کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اور کسی دوسرے کے سامنے نماز ادا کرنا تو ایک طرف رہا۔ گھر میں ہی

کوئی پڑھنے والا نہیں۔ بایں یہ محض خدا کا فضل ہے۔ کہ نومسلم تو ایک طرف رہے۔ ووکنگ میں بعض وہ لوگ نمازوں میں شامل ہوتے۔ اور قرآن شریف کے درس میں آتے ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک اپنے اسلام کا اعلان بھی نہیں کیا۔ میرے خیال میں اگر آج وہ مسلمان جو ولایت میں ہیں۔ سارے کے سارے باقاعدہ نمازیں ادا کرنے لگ جائیں۔ تو نماز خود ایک ایسی چیز ہے۔ کہ بہت سے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے گی لیکن جب تک ایک بات سے ایک قوم مانوس نہ ہو۔ اُس کو وہ مشکل نظر آتی ہے۔ (ایڈیٹر)

یہ میری تقریر گویا اس سوسائٹی کا افتتاحی ایڈریس ہے۔ جو اس وقت بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنی تقریر میں اس سوسائٹی کے بعض اغراض پیش کروں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس طریق کا بھی ذکر کروں جس پر ہم نے اس ملک میں اسلام کی مبارک صداقتوں کی اشاعت کرنے میں چلنا ہے۔

مجھے تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ میں عقیدتاً مسلمان ہوں۔ اس مذہب کی شاندار صاف اور سادہ تعلیم اس مذہب کا پروہتانہ اصولوں سے پاک ہونا یعنی کسی ایسے گروہ کو تسلیم نہ کرنا جو محض منصباً مقدس سمجھے جائیں۔ اور خلاف عقل باتوں کو تسلیم نہ کرنا۔ یہ وہ امور ہیں۔ جو اگرچہ بذاتِ خود مجھے اسلام کی طرف کھینچ لے جانے کے لئے کافی تھے لیکن ان کے ماورا اور بھی بعض زیادہ تر ذاتی اور زیادہ تر یقین دلانے والے امور ہیں۔ جن میں بعض متواترہ کشوف بھی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ ان امور نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنےٰ اگو نالایق خادم بنا دیا۔ یہ باتیں مصائب میں میری راحت کا باعث ہوئیں انہی امور نے مجھ میں مقابلہ کی طاقت پیدا کر دی۔ جبکہ بدی کی طاقتیں

مجھے مغلوب کرنے پر یقین ہے۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے اپنی نجات کے لئے کبھی بپتسمہ پر ایمان لانا یا عیسائی مذہب کے کسی فرقہ کو قبول کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس لئے میرے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ میں نے کوئی ایسا مذہب چھوڑا جس پر مجھے یقین تھا۔

میرے نزدیک ہمارا پہلا مدعا یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہم اپنے ملنے والوں کو اطلاع دیں۔ کہ ہمارا مذہب اس مذہب کا دشمن نہیں جس کا نام عیسائیت ہے۔ بلکہ اس میں شش صد سالہ مزید نور و ہدایت ہے۔ اور عیسائیت کی طرح یہ مذہب بھی ان فرائض پر مشتمل ہے۔ جو ہم پر خدا کے اور ہمارے ہمسایہ گان کے ہیں۔ کوئی وسیع القلب اور روشن دماغ عیسائی پادری ہم پر متنازلہ فیہ امور میں بحث کرنے پر اعتراض نہ کریگا۔ اور اگر ہماری بحثوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ تو یہ کسی شکر رنجی کا موجب نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ نوع انسانی کے فایدے کے لئے کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس وقت ہزاروں ہم میں ایسے ہیں۔ جو دل سے مسلمان ہیں۔ لیکن مخالف نکتہ چینی کے خوف سے وہ اپنے اسلام کا اظہار نہیں کرتے ہاں جو میری طرح مختلف فرقہ جات عیسویت کی تحکمانہ تعلیم کی اطاعت کرنا اپنے لئے ناممکن سمجھیں۔ وہ اس سیدھے سادھے مذہب کو قبول کرنے میں کوئی تکلیف نہ پائیں گے۔ جس نے ہر ایک انسانی خیال و خواہش کو خدا اور صرف خدا کی کامل فرمانبرداری پر ختم کر دیا۔ ایک اور جماعت بھی یہاں ہے جو کسی مذہب مروجہ یورپ کو اپنے موافق نہ پاکر عملاً دہریہ بن بیٹھی ہے۔ میرے نزدیک اس جماعت کے لئے اسلام بہت ہی موزون ہوگا۔ کیونکہ حقیقی خوشی تو انسان کے لئے اس عقیدہ پر زیادہ تر وابستہ ہے۔ کہ اسے نصرت الٰہی پر بھروسہ ہو۔ اور آیندہ زندگی پر یقین۔ اس جماعت کی معقولیت کو اسلام اپنی طرف متوجہ کرے گا۔ اور وہ اپنی عقل کے ذریعہ روحانی بلند

پروازیوں کے متعلق تحقیق کر سکیں گے ❖

ہم مسلمان صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہماری باتوں کو اچھی طرح سُنا جائے اور اُن پر غور کیا جائے ہمیں یہ یقین کامل ہے۔ کہ اگر اہل انگلستان ایک دفعہ سمجھ جائیں۔ کہ اسلام کیا ہے۔ تو ہمارا عام فہم اور طبعی خواہشیں جو ہم سب میں ہیں۔ اور جن سے ہم اپنی معقولیت اور جذبات کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہ ان تمام غلط فہمیوں کو دور کر دینگی۔ جو اس وقت موجود ہیں۔ یوروپین اسلام کو عموماً وحشیوں کا مذہب سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کو علم ہو جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب اور دیگر ممالک سے کس قدر وحشیانہ حالات کو دور کیا۔ تو وہ فی الفور اپنی موجودہ رائے کو بدل دینگے۔ یہ کس قدر شرمناک اور تکلیف دہ امر ہے۔ کہ ان عیسائیوں نے اسلام کے متعلق غلط فہمیاں اور مغالطے پھیلانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ یہ سب اُنہی کا قصور ہے۔ خواہ اپنے خیال میں انہوں نے نیک نیتی سے ہی کیا ہو۔ میرے دل میں کئی دفعہ یہ خیال گذرا کہ اگر یہ لوگ نجات کے متعلق کم گفتگو کیا کریں۔ اور سچ بولنے کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ تو شاید لوگ ان کی زیادہ عزت کریں۔ ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم ان تمام دوستوں کو جنہیں اس طرح دھوکا دیا گیا ہے۔ اس امر سے اطلاع دیں۔ کہ یہ بھی اعلان کرنا چاہیئے۔ کہ اسلام وہ مذہب ہے۔ جو دنیوی طاقت سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ جیسا کہ میں نے کسی اور جگہ لکھا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک متبع اس اجر کو اپنے سامنے رکھتا ہے جو دنیاوی مفاد سے انتہائی ارفع ہے۔ جیسے سورج کی روشنی سراب کی چمک سے اس مذہب میں نہ کوئی پوپ ہے نہ بشپ اور نہ کوئی اس قسم کے معلمان دین ہیں۔ جن کو بڑی بڑی تنخواہیں اور روزینے ملنے چاہئیں۔ کیونکہ خود خدا اس روحانی کلیسیا کے سر پر ہے۔ مغرب کے مذاہب علی العموم ایام وسطیٰ کی جہالت

وتاریکی کا نتیجہ ہیں - اور ان میں کوئی تطابق جناب موسیٰ یا عیسیٰ کی تعلیم سے نہیں پایا جاتا - یہ بات ہم اسلام کے متعلق نہیں کہہ سکتے - جو کامل سادگی اپنے اندر رکھتا ہے - اور اسکی تعلیم صاف اور پاکیزہ ہے - کہ اس کے متعلق ذرہ بھی شبہ نہیں ہو سکتا - کہ اس کے اندر آنحضرت صلعم کی تعلیم میں کسی قسم کی تحریف ہوگی ؛

یہ بیان کرنے کے بعد کہ اسلام ایک نہایت مضبوط بنیاد پر قائم ہے اور ایک ایسا مذہب ہے - جو انسانوں کے فطرتی جذبات اور اسکی عقل کو مطمئن کرتا ہے - میرے نزدیک ہمارے سامنے ایک نہایت ہی مشکل اور نازک کام ہے - جو ہماری با احتیاط توجہ کو چاہتا ہے - ہمیں اہل مغرب کو یہ دکھلانا ہے کہ اس مذہب کو عام طور پر قبول کر لینے سے ان کے خاص مغربی اوضاع و اطوار میں چنداں فرق نہ آئیگا - اور نہ یہ امر قرآنی تعلیم کے اصول کے خلاف ہوگا - اسلام میں کچھ اس قسم کا تطابق ہے - کہ وہ ہر ایک دقت کو جو راہ میں آئے یا پیدا ہو - دُور کر سکے گا ؛

مشرق اور مغرب کے حالات زندگی بہت حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں - اور نہ وہ عادات و رواج اس وقت موجود ہے - جو آج سے تیرہ سو برس پہلے موجود تھے - لیکن وہ عظیم الشان اور بنیادی اصُول جو آنحضرت صلعم نے اس وقت قایم کئے - اور آج بھی ویسے ہی صحیح اور مناسب حال ہیں - جیسے وہ آپؐ کے زمانہ میں تھے - روشنی اور ظلمت - راستی اور ناراستی میں امتیاز ہزاروں برس سے چلا آیا ہے اور ایسا ہی چلا جائیگا - ہمیں بھی یہ تمیز سامنے رکھنی ہے - - - - - -

جب ہمیں یہ کہتے ہیں - کہ تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ پر ایمان رکھنا ہماری نجات کے لیئے ضروری ہے - اور یہ وہ امر ہے - جس کے قبول کرنے میں ہم کوئی غیر معقول بات تسلیم نہیں کرتے - اس اسلام کے

ماننے میں کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی۔ اور نہ کوئی اہل مغرب اس پر اعتراض کر سکتا ہے۔ لیکن اگر بعض مراسم اور شعار پر بہت زور دیا جائے۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے کے خاص لوگوں کے مختلف حالات اور مختلف آب وہوا میں مناسب حال تھے۔ اور یہ زور دیا جائے۔ کہ یہ مراسم اصولاً اہم ہیں۔ تو ہمارے لئے اس وقت ترقی کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور ہم پر بھی وہی اعتراض آئیگا۔ جو ہم عیسائیوں پر کیا کرتے ہیں مثلاً بپتسمہ یا الوہیت مسیح یا پر ایمان نجات کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے دعویٰ کے ثبوت میں ہمارے پاس ایک بڑی مضبوط اور یقین دلانے والی دلیل ہے جس سے ہم ایک مغربی کو اپنا ہم نوا کر سکتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ ایک سچے مسلم کے دل میں کبھی شرک اور دہریت کا خیال بھی نہیں آتا۔ یہ بات اسلام کو آیندہ کا سب سے بڑا مذہب بناویگی۔ عیسائیت میں اتحاد وحدت کی سخت کمی ہے۔ لیکن اسلام میں ہر ایک چیز ایسی موجود ہے۔ جو ایک مخلوق کی اپنے خالق اور کل مخلوقات کے قادر مطلق محافظ کے ساتھ متحد ہونے اور اس کی طرف جانے کی خواہش کو پورا کرتی ہے۔

میں یہ بھی خیال کرتا ہوں۔ کہ اپنے دلائل کو پیش کرنے میں بھی یہ بتا دینا چاہیئے۔ کہ بہت سے مذاہب روحانیت کے بلند مقصد کو بعض تنگ عقاید کے نیچے چھپا دیتے ہیں۔ جو اکثر اوقات پروہتوں کے تجویز کردہ ہوتے ہیں۔ ایک سچا مسلم اس بات کو محسوس کرتا ہے۔ کہ جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہاں اُس خدا کے حضور جو سب کچھ دیکھتا اور ہر شے پر قادر ہے۔ خود حاضر ہوسکتا ہے۔ اور اُس کی بارگاہ میں قرب پاسکتا ہے۔ اور بہشت کی چابی کسی خاص شخص کے ہاتھ میں نہیں بلکہ وہ ہر شخص کے لئے موجود ہے۔ اور ایک عاجز سے عاجز انسان ہاں وہ انسان بھی جو بدترین حالت میں نظر آتا ہے۔ کسی مرشد یا عالم یا پادری

کی مدد کے بغیر اس چابی سے اپنی مقصد کشائی کرسکتا ہے۔ یہ اُس مبارک ہوا کی طرح ہے۔ جس میں سانس لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ساری مخلوق کے لئے اس کے خزانے کھلے ہیں۔ اور وہ لوگ جو انسانوں کو اس کے خلاف خیال کرنے کی راہ پر . . . . لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ غالباً کچھ ذاتی اغراض رکھتے ہیں ؞

اب مَیں ایک اور امر پر غور کرتا ہوں۔ جو کسی صورت میں فروگذاشت کے قابل نہیں ہے۔ اس سوسایٹی کا پہلا پریزیڈنٹ ہونے کے لحاظ سے مَیں خیال کرتا ہوں۔ کہ مَیں اِن تمام لوگوں کے خیالات کا ترجمان ہونگا۔ جو ہماری اس انجمن میں کسی قسم کی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر مَیں یہ کہوں۔ کہ ہمیں ملکی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کریں۔ تو اس کا انجام یقیناً رنجدہ ہوگا۔ خواہ آپس میں یعنی اندرونی اختلافات کی وجہ سے یا بیرونی طور پر کسی رنگ میں حکومت کے ساتھ تصادم کی وجہ سے اس موجودہ جنگ میں ہم نے دیکھ لیا ہے۔ کہ کس طرح ہر قوم کے مختلف فرقوں کے خیالات قوم کے تحفظ کی خاطر بالائے طاق رکھ دیئے گئے ہیں۔ اور ہم یہ اپنے لئے آسانی سے محسوس کر سکتے ہیں۔ کہ ملکی سوالات کو بحث اشاعتِ اسلام کے مقصد میں کامیابی کی راہ میں حایل نہیں ہونی چاہیے۔ مَیں اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی خاطر اور مشکلات سے بچاؤ کی ایک مثال دینے کے لئے ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا ہے۔ مجھ سے یہ درخواست کی گئی تھی۔ کہ مَیں ایک ایسی انجمن کا وایس پریزیڈنٹ ہونا منظور کروں۔ جو ایک خاص اسلامی سلطنت کی حمایت کے لئے قایم کی گئی تھی۔ اور تھوڑا ہی عرصہ بعد یا اُسی وقت کے قریب مجھ سے یہ بھی درخواست کی گئی۔ کہ مَیں ایک اور انجمن میں شامل ہوں۔ جو اس ملک کے ساتھ ہمدردی کرنے کے لئے

بنائی گئی تھی۔ اب اس وقت ہمدردی کے سوال کو الگ رکھکر میں نے
اس بات کو محسوس کیا۔ کہ ان میں سے کسی انجمن میں شامل ہوکر میں اپنے
آپ کو ایک اپنے ملک کے اغراض کا معاون ٹھیرانے والا بن جاؤنگا۔
جس کی اغراض ممکن ہے بعض وقت اسی مذہب کے دوسرے ممالک
کی اغراض کے ساتھ اتحاد نہ رکھتی ہوں۔ میرا اشارہ ٹرکی کی طرف ہے
یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ کہ ٹرکی بہت عرصہ سے ایک برائے
نام عیسائی ملک کی باتوں پر کان دھرتی رہی ہے جس کی اغراض کسی
صورت میں اپنے اندر خلوص نہیں رکھتیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس
طریق سے کس قدر ٹرکی کو یورپ بلکہ ایشیا میں بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ
ہے۔ اور ہم اپنے ان مسلمان بھائیوں کے ساتھ پوری ہمدردی رکھتے ہیں
جو جلالت مآب سلطان معظم کی حکومت کے نیچے ہیں۔ اور نوجوان ترکوں
کی ناعاقبت اندیشانہ حرکات سے ہمدردی نہیں رکھتے۔ نہ ہی جرمنی
کے مکاریوں اور حیلوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ انگریزی کتاب دعا میں ایک
جگہ "یہودیوں۔ ترکوں۔ کافروں۔ بیدینوں" کو اکٹھا کرکے بیان کیا گیا ہے
جس سے شاید ناواقف لوگوں کو یہ خیال ہو۔ کہ سارے مسلمان ترک
ہیں۔ مگر ہم خوب سمجھتے ہیں۔ اور ان کروڑہا مسلمانوں کو جانتے ہیں۔
جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات میں انگریزی سلطنت کی رعایا ہیں
اور جو کسی طرح پر ان دھوکہ دینے والی تدابیر سے دھوکا نہیں کھا سکتے
اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ جنگ ایک مذہبی جنگ ہے۔ یہ بیشک سخت
رنجدہ بات ہے۔ کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنی پڑی ہے
مگر اس کا کوئی چارہ نہیں۔ پس ان ٹرکش سوسائیٹیوں میں شامل ہونے
سے انکار کرکے اب میں کلیتہً آزاد ہوں۔ اگر میں ان میں شامل ہوگیا
ہوتا تو میری پوزیشن اس وقت بڑی مشکلات کی ہوتی۔ کیونکہ میں دو

ٹرکش سوسائیٹیوں کا ممبر ہوتا حالانکہ ترکی میرے ملک کے خلاف جنگ کر رہی ہے۔ اور اس صورت میں استعفےٰ دینا لازمی ہوتا اور خواہ مخواہ ناخوشگوار باتیں پیدا ہوتیں۔ پس ہمارے لئے احتیاط کا طریق یہی ہے۔ کہ ہم ملکی مباحث اور ملکی جھگڑوں سے الگ رہیں۔ اور جہاں تک ہماری طاقت ہے۔ اس کو ہمیشہ دین اسلام کی اشاعت میں لگاویں۔ جو کہ ہم سب دل کی سچی تڑپ سے چاہتے ہیں۔ کہ تمام ملکوں سے بت پرستی اور دہریت کو دور کر دے ٭

ایک مشرقی رواج ایسا ہے۔ جس کو اکثر سب باتوں سے بڑھا کر سامنے کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ عورتوں کے ڈرانے میں ایک ہوّے کا کام دے۔ میرا اشارہ تعدد ازدواج کی طرف ہے۔ یہ تو امر واقع ہے۔ جس میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ بہت تھوڑے مسلمان ہیں۔ جن کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں۔ اور اس ملک میں کسی شخص کو یہ خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ اسلام کے اس ملک میں ایک مسلّم مذہب ہو جانے سے ایک مغربی قوم کے قوانین بدل جائیں گے۔ میرا ارادہ اس بات پر بحث کرنے کا نہیں ہے۔ کہ تعداد ازدواج کا مسئلہ بعض حالات میں مفید ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ یہ آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے مروّج ہو جانے سے اس ملک میں بعض قسم کی تکالیف اور مشکلات بہت زیادہ پیدا ہو سکتی ہیں ٭

تعداد ازدواج کے مسئلہ کو جس پر مشرقی ممالک میں بہت قدیم ایام سے عمل رہا ہے۔ بعض حزم و احتیاط سے کام نہ لینے والے جوشیلے جن کا کام اسلام کو بدنام کرنا ہے "اسلامی رواج" کہہ دیتے ہیں۔ مگر ہم بھی مانتے ہیں۔ اور عیسائی مذہب کے پادری لوگ بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ سچ نہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو توڑا۔

دختر کشی کو موقوف کیا۔ اور ایک ایسے ملک کے اندر جو ذلیل قسم کی بت پرستی کی ہر قسم کی تاریکیوں میں غرق تھا۔ انہی مشرکانہ حالات کے اندر ایک انقلاب عظیم ترقی کی طرف پیدا کر دیا۔ اور اسی کے نوع انسان کے لئے مفید کاموں میں سے ایک یہ کام ہے۔ کہ اس نے موجودہ رواج تعدد ازواج میں یوں اصلاح کی کہ ان عورتوں کی تعداد کی جو ایک مرد اپنے نکاح میں لا سکتا ہے۔ حد بندی کر دی۔ میں خیال کرتا ہوں۔ ہمیں اس بات کو صفائی سے بیان کر دینے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ کہ ان نکاح کے رواجات کو جو اس وقت موجود تھے۔ ایک قاعدہ کے ماتحت لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت اخلاق کے اعلیٰ تصورات کا رستہ تیار کر دیا تھا۔ یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہ ایک قدیم الایام مشرقی رواج فی الفور موقوف کر دیا جائے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ایک بڑی بھاری اصلاح کر دی گئی۔

اس بارہ میں قرآن کریم یقیناً پرانے اور نئے عہدناموں سے آگے قدم اٹھا کر ایک ترقی کی حالت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں عہدناموں میں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ عورتوں کی تعداد کی جو ایک شخص نکاح میں لا سکتا ہے۔ کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔ سوائے ایک بشپ کے جس سے یہ امید ظاہر کی گئی ہے۔ کہ "وہ ایک ہی بی بی کا خاوند ہو۔"

اب میں ٹمپرنس یعنی شراب سے پرہیز کے سوال کو لیتا ہوں۔ جب ہم اس امر پر غور کریں۔ کہ مغربی مہذب ممالک میں بہت سے جرائم اور نکالیف کی ذمہ وار الکوہال (شراب) کی بد استعمالی ہے۔ ہم بالضرور اس مذہب کو خیر مقدم کہیں گے۔ جو ہر قسم کی منشیات و مسکرات سے رو کتا اور پرہیزگاری کا سبق دیتا ہے۔ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک

کے شراب کے بل پر ہی نگاہ ڈالی جاوے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ کروڑوں کی رقم شراب پر خرچ ہوتی ہے۔ اور اس عظیم خرچ کے مقابل بہت ہی کم فایدہ ہوتا ہے۔ اگر ہم شراب کے بغیر رہ سکتے۔ تو ہماری صحت نہایت ہی اعلیٰ ہوتی۔ ہمارے ہاتھ میں ضروریات زندگی کے لئے کم بچ رہتا۔ اور سب سے بڑھ کر ہمارے لئے یہ برکت ہوتی۔ کہ ہم بہت سے جرایم سے نجات پا جاتے ایک پکا مسلم شراب کو چھوئے تک کا بھی نہیں۔ اور اس طرح وہ کامل پرہیزگاری کا نمونہ قایم کرے گا۔ اور اس ملک کی ٹمپرنس پالسی اُس کو تعریف کی نگاہ سے دیکھے گی۔ اعتدال سے شراب نوشی ایک عام رواج اس ملک کا ہے۔ ان حالات میں اس ایک لخت انقلاب کی توقع کر لینا ایک بہت بڑی توقع ہے لیکن اس ملک کے کثرت سے باشندے ضرور اُس مذہب کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ خواہ وہ خود اُس مذہب کے پیرو ہوں۔ جو صوفیت (پرہیزگاری از شراب) کو بڑھاتا ہے۔ اور اسراف کو روکتا ہے۔ بہر حال یہ خلاف مصلحت ہوگا۔ کہ آغاز میں ہی بہت سے سخت قواعد کی پابندی کرائی جاوے۔ اگر ہم اس وقت چھوٹے چھوٹے امور پر زور دیں۔ تو ہم پر بھی اُسی مراسم پرستی کا الزام لگے گا۔ جو ہم عیسائیوں پر لگاتے ہیں۔ جو خیال کرتے ہیں کہ بعض نامعقول امور پر ایمان لانا نجات کے لئے ضروری ہے۔ ایک **مصروف زندگی والے شہری کے لئے یہ ناممکن ہے**۔ کہ وہ پنجوقتہ اسلامی طریق پر مقررہ اوقات میں نماز ادا کر سکے۔ یہ لوگ تو سجود و رکوع کے لئے وقت بھی نہیں پا سکتے۔ اگرچہ وہ مقدس پیغمبر (صلعم) کے کامل پیرو ہوں۔ ہاں وہ چپکے ہی چپکے دل میں دعا کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح القدس نازل ہو کر تمام حالات کے اندر اس کی ہدایت کرے اور اس کے دل پر اس کا کامل تسلط ہو۔ . . . . . . میں کامل یقین

رکھتا ہوں کہ اسلام کی عظیم الشان صداقتیں ان کثیر التعداد مردوں اور خواتین کو اپنی طرف جھکا لیں گی۔ جو ایک حقیقی مذہب کی غذا کے لئے تڑپ رکھتے ہیں۔ اور ایک زندہ خدا اُن کا رہنما ہوگا . . . .

مَیں پھر شراب کے سوال پر آتا ہوں۔ ہمیں سخت ضرورت اپنے آپ پر قابو پانے کی ہے۔ اُس شخص کی ہماری نگاہ میں کوئی عزت نہیں۔ جو ابتلا کے خوف سے کہ مبادا وہ کوئی معصیت نہ کر بیٹھے۔ دُنیا سے بھاگ کر راہبانہ زندگی اختیار کر لیتا ہے۔ مَیں اپنے خیال میں اُس شخص کی تعریف کرتا ہوں۔ جو آزمائش کا مقابلہ کرتا ہے۔ جو کارزار زندگی میں گڑھوں میں گرتا ہے۔ لیکن ہمیشہ موقعہ پر اُٹھ کھڑا ہوتا۔ گو پسپا ہونا تسلیم کرتا ہے لیکن شکست کو تسلیم نہیں کرتا۔ اُس نیک نیت انسان کا رنج وغم بےشک بعید ہوتا ہے جو نہایت صدمہ کے ساتھ اپنی غلط کاریوں پر نگاہ ڈالتا ہے۔ لیکن پھر بھی اُس کے پاس ایک تسلّی ہے۔ کہ وہ دوسروں کو من نکردم شما حذر بکنید کہہ سکتا ہے۔ وہ تجربہ کار ہے اور حق رکھتا ہے۔ کہ لوگ اُس کی سنیں۔ اور جس دوزخ میں پڑ کر اُس نے شیطان سے جدوجہد کی ہے۔ اُس کے تجربہ سے وہ ہزاروں خلق خدا کو ہیچ قسم غلط کاری سے بچانے کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ کسی انسان کو دوسروں کی غلطی سے نکالنے کے لئے خود غلطی کا ارتکاب کرنا چاہئے۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہیں۔ میں صرف یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جہاں انسان کو ایک جدوجہد کرنی پڑتی ہو۔ اور ایک زبردست مقابلہ ہو۔ وہاں جنگ سے بچنا بھی کمزوری کی نشانی ہے۔ یہ بہتر ہے۔ کہ انسان بہرحال جنگ میں شامل ہو جائے۔ گو اس میں گرائے جانے کا خطرہ ہی ہو۔ کیونکہ اگر مقابلہ کے بعد تم صحیح سلامت نکل آؤ۔ تو تم بہت زیادہ مفید اور

ہو زیادہ قابل اعتبار سپاہی ہو گئے۔ خواہ تمہارے جسم پر تلواروں کے نشان کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں۔ بشرطیکہ تم نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالےٰ کی ذات پر پورے توکل کو نہ چھوڑا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور تائید کی تمہارے اعتقاد میں کوئی جنبش نہ آئی ہو۔ ہاں بیشک اِس جدوجہد میں تم کئی دفعہ صراط مستقیم سے ادھر اُدھر بھی ہو گئے ہو گے۔ مگر شیطان کا اثر دل پر کبھی ایسا مضبوط نہیں ہوا ہوگا۔ جیسے خدا کی محبت کی گرفت جس نے دل کو اپنے قابو میں کر رکھا ہو۔ ہاں جب کبھی تم توبہ کر کے پھر خدا کی طرف لوٹ کر آئے ہو گے تو صد بار اگر توبہ شکستی باز آ کے مطابق وہ رحمان اور رحیم خدا جو ہر حال میں تمہارا نگراں اور محافظ ہے۔ اپنے رحم سے آگے بڑھ کر تم کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لیگا۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا مزہ چکھا ہے وہی ایسی فتح کی خوشی کو محسوس کر سکتے ہیں میں خیال کرتا ہوں۔ کہ تم بھی اس بات کو تسلیم کرو گے۔ کہ وہ روح جو انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ شیطان کے ایلچیوں کے خلاف جنگ پر جنگ کر سکے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو اس کا بھروسہ ہے۔ وہ کبھی بھی ان جنگوں کے اندر جنبش میں نہ آنے دے۔ بہت بڑھ کر ضروری اور قابل عزت ہے۔ بہ نسبت اس تامل کرنے والی روح کے جو ہر حال میں حفاظت اور احتیاط کی پناہ میں رہنا چاہتی ہے۔ اور پوری تحقیق کر کے جہاں کوئی خطرہ نظر آتا ہو۔ اس سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتی۔ بلکہ بھاگ کر اور جنگ کو چھوڑ کر آرام کی پناہ چاہتی ہے۔ یقیناً یہ بہتر ہے۔ کہ انسان ایک مجاہد ہو۔ خواہ اس جہاد میں اس سے بعض کمزوریاں ہی سرزد نہ ہو جائیں نہ کہ ایک نکما آدمی جس کو سوائے اس کے کچھ غرض ہی نہیں کہ اسکی زندگی آرام میں گذر جائے اور جس کا مقصد سوائے اپنے لئے

حفاظت کی جگہ طلب کرنے کے اور کچھ نہ ہو +

بہت سے لوگ ہیں ۔ جو میرے ساتھ اتفاق نہیں کرینگے ۔ اور ایک دلیل جو شراب کے مسئلہ کے متعلق اکثر دی جاتی ہے ۔ اور یقیناً وہ ایک نہایت مضبوط دلیل ہے یہ ہے ۔ کہ انسان کی فطرت کمزور ہے ۔ اور آسانی سے غلطی کی راہ پر ڈالی جا سکتی ہے ۔ اور اس قدر نقصان اکثر اوقات نہ صرف فرد واحد کو بلکہ اس کے ساتھ اور بہتوں کو ہو سکتا ہے کہ یہ خاص قسم کا ابتلا بالکل دور ہو جانا چاہیئے ۔ اسلامی اثر کا میلان ہر قسم کی مسکرات کے خطرات کو کم کرنے کی طرف ہوگا ۔ اور اس طرح پر ابتدا میں اس ملک کے اندر اس کو بڑی بھاری اور زبردست تائید پہنچیگی چونکہ اسلام کا اصل منشا نسل انسان کی بہتری ہے ۔ اس لئے گو یہ رفتار سست معلوم ہوگی ۔ مگر انجام کار یہ منشاء ضرور دنیا میں غالب ہو کر رہے گا ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی ساری کوشش اس بات پر صرف کر دینی چاہیئے ۔ کہ بنیادی اصول ایک محکم بنیاد پر قایم کر دیئے جائیں ۔ اور پھر اس الہامی مذہب کی خوبصورتی اور سادگی پر توقع رکھنی چاہیئے ۔ کہ وہ خود بخود ہمارے ہموطن مردوں اور خواتین کو آہستہ آہستہ اپنے فروعی فواید کی طرف کھینچ لے گی +

عام طور پر یوں کہنا چاہیئے ۔ کہ ہم اسلامی تعلیم کو خود اس عظیم الشان مذہب کو مؤثر طریق پر پیش کر کے پھیلائیں گے ۔ یعنی ہمیں زیادہ ضرورت اس بات کی ہے ۔ کہ ہم اپنے مذہب کی خوبیاں بتائیں نہ یہ کہ دوسرے مذاہب کے نقصوں اور کمزوریوں کو پیش کریں ۔ کیونکہ ہم مانتے ہیں ۔ کہ دوسرے مذاہب میں بھی جیسے کہ وہ ہیں ۔ مفید باتیں ہیں ۔ میں پھر پہلی تحریر کا حوالہ دیتا ہوا کہتا ہوں " میرا اصلی مقصد عیسائی مذہب کی کسی شاخ پر حملہ کرنا نہیں ہے ۔ بلکہ مذہب اسلام کی خوبصورتی

اور سادگی کو ظاہر کرتا ہے۔ جو ان تمام اعتراضات سے پاک ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں صاف طور پر دیکھے جاتے ہیں۔ ویل کی خاطر اس بات کو تسلیم کرکے کہ اسلام ان پر وہتا نہ طریقوں سے پاک ہے۔ جن کے ساتھ تنگ دلی کے خیالات اور طاقت حاصل کرنے کی حرص لازمی نتائج ہیں۔ ہم کو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہیں۔ کہ ایک قوم کی گورنمنٹ زیادہ آسانی سے چل سکتی ہے۔ اگر ایسا صلح کا مذہب اختیار کر لیا جائے بیشک یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ کہ مذہب کا نام ہر ایک قسم کی دوسرے اسباب سے جس کا ہمیں علم ہو بڑھ کر سختی ظلم اور خونریزی کا موجب ہوا ہے۔ تو کیا پھر یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی ایسا مذہب مل سکتا ہے جو تمام نوع انسانی کو متفق کرکے ایک ہی خدا کی عبادت کی طرف لا سکتا ہے۔ جو سب سے اوپر اور سب کے سامنے ہے۔ ایک لمحہ کے لئے خیال کرو۔ کہ اگر ہر ایک شخص جو برٹش امپائر کے ماتحت ہے۔ صحیح معنی میں مسلم ہو جائے یعنی ظاہر میں بھی اور دل سے بھی۔ بیشک یہ ایک کامل درجہ کی خیالی تصویر ہے۔ جو انسان کے ذہن میں آسکتی ہے۔ حکومت کا کام نہایت آسان ہو جائیگا۔ کیونکہ ہر شخص کا ہر کام میں محرک ایک سچا مذہب ہوگا۔ اور کلیسیا کے کوئی فریق نہ ہونگے۔ نہ کوئی مروجہ دین کے مخالفین ہونگے۔ جن کو راضی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور نہ ہی بہشت کے لئے کسی بڑے محصول کے ادا کرنے کی ضرورت ہوگی مذہب میں جیسے کہ حضرت موسیٰ۔ عیسےٰ یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا۔ ایک سادگی پائی جاتی ہے۔ مگر بعد میں جو لوگ آئے۔ انہوں نے خدا کی پاک وحی پر کچھ مزید کرنے کی کوشش میں مذہب کو ایک بھول بھلیاں بنا دیا۔ جس میں سچے طالب حق کو صداقت کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا۔ وہ بھی مذہب کا ہی ایک رنگ تھا۔ جو صلیبی جنگوں کا

محرک ہوا جس میں ہمارے بڑوں نے لاکھوں جانیں تلف کرائیں۔ مگر کس لئے؟ ایک چھوٹے سے تکرنا مناسب جھگڑے کیلئے ایک قبر کے متعلق جس میں یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ مسیح کی لاش کچھ وقت کے لئے رہی تھی۔ کیا یہ جھگڑا اس قدر گران قیمت پر خریدنے کے قابل تھا۔ پھر وہ بھی ایک مذہب کا رنگ تھا جس نے ہمیں یہ سکھایا۔ کہ ان لوگوں کو جو مذہب کی فروعی باتوں میں ہمارے ساتھ اتفاق نہ کریں۔ زندہ جلایا جاوے۔ اور اُن کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی جائیں۔ کیا یہ باتیں اس وقعت کے قابل تھیں۔ پھر یہ بھی ایک مذہب کا رنگ ہے۔ جو عام قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ مگر جس کی برداشت کی طاقت اس قدر گری ہوئی ہے۔ کہ اس میں ان تمام بنی نوع کے لئے ہمیشہ کے جہنم اور ہلاکت کا فتویٰ ہے۔ جو بعض خود تراشیدہ خیالات کو قبول کریں۔ کیا ان خیالات کا یہ مول ہو سکتا ہے؟ کیا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمیں اس سخت غضب کا اظہار کرنا چاہئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفت رحم اور محبت کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ جس سے ایک رحیم اور مہربان خدا نفرت کرتا ہے جس پر مسیح یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کھلے الفاظ میں لعنت بھیجتے ہیں جنرل گارڈن کا قول ہے کہ مسلمانوں کے اندر میں فریبیوں کا فرقہ نہیں دیکھتا۔ وہ کبھی اس طرح نہیں کہتے جس طرح ہمارے فریبی کہتے ہیں۔ کہ زید یا بکر ہمیشہ کے لئے جلنے کی لعنت کی سزا کے نیچے ہیں۔ اور نہ وہ تم نفرت انگیز باتیں اُن میں دیکھتے ہو جن کا اظہار ہمارے فریبی کرتے ہیں"۔

وہ خطرناک جنگ جو اس وقت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ لفظ مذہب کے صحیح معنی "مذہبی جنگ" نہیں گو ہم یہ یقین کرتے ہیں۔ کہ ہم کو ظلم اور نا انصافی کے خلاف ہتھیار اٹھانے پڑے ہیں۔ اور لڑنے کے لئے ہم بھی مجبور کئے گئے ہیں۔ جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کی حفاظت کے لئے لڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اور یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ اس عظیم الشان جنگ میں جو درحقیقت حقوق کی جنگ زبردستی کے خلاف انصاف کی جنگ ناانصافی کے خلاف روشنی کی جنگ تاریکی کے خلاف ہے۔ مسلمان ہندو اور عیسائی یکساں متفق ہیں۔

اب ہم نے دیکھنا ہے۔ کہ کونسا طریق ہمیں اپنا کام کرنے کے لئے اختیار کرنا چاہئے۔ ہمارے ہاتھ میں چند ذرایع اپنی باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کے ہیں۔ جو ہمیشہ میسّر آسکتے ہیں۔ یعنی اخباریں اور رسالے عام جلسے اور لٹریچر کا پھیلانا۔ جیسے اسلامک ریویو یا اشتہارات جن میں غلط بیانیوں کی تردید ہو۔ ہمیں چاہئے۔ کہ ملک کے مختلف حصوں میں جلسوں کا انتظام کریں۔ اور سوسایٹی کا ہر ایک ممبر کوشش سے اپنے دوستوں اور واقفوں کو اس جلسہ میں لائے۔

آپ کا پریزیڈنٹ ہونے کی حیثیت میں مَیں اس بات کو محسوس کرتا ہوں۔ کہ زور سے اس امر کی سفارش کروں۔ کہ ہمیں پہلے مذہب کے اصل اصول کو پیش کرنا چاہئے۔ قبل اس کے کہ ہم تفصیلی امور کو چھوئیں ہم چاہتے ہیں۔ کہ لوگ خود اسلام کی سادگی اور خوبصورتی کو دیکھ لیں۔ اور وہ امور جو اصول کے رنگ میں نہیں ہیں۔ آیندہ کے لئے چھوڑے جائیں۔

آخر میں میں یہ بھی کہونگا۔ کہ ہم دوسری اسلامی سوسائٹیوں کے ساتھ جو کہ اس وقت موجود ہیں۔ یک جہتی کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہم کو ان کی مدد اور نصیحت کی ضرورت ہو تو ہم خوشی سے لیں گے۔

امن اور سلامتی کا مذہب

آج جبکہ ہوا جنگ کے شور اور ہنگامہ سے گونج رہی ہے اور حملہ آور افواج پھیلتی ہوئی چلی جا رہی ہیں۔ جب توپوں کی صداؤں سے گھوڑوں کے ہنہنانے سے اور انسانوں کی چیخ پکار سے ایک شور محشر برپا ہے جب انسان موذیانہ آلات حرب کے ذریعہ جنہیں اُس نے خود ہی ایجاد کر کے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے باعث اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا اور پھر اوندھے منہ زمین پر جا پڑتا ہے۔ ہم کسی ایسی چیز کے خواہشمند ہو رہے ہیں۔ جو انسانی قلب میں سے حیوانانہ جوش خون کو نکال کر باہر کرے۔ جو غصہ کو ٹھنڈا اور چیخ و پکار کو اس صلح اور امن اور برادرانہ اخوت کا وہ سبق دے جسکی تمام نیک انسانوں اور راست بازوں کو تلاش رہی ہے۔ کیا یہ ایک ڈراؤنا خیال نہیں ہے۔ کہ ایک انسان اپنی تمام کوشش محنت اور مشقت۔ تجربہ اور آزمائش اس لئے صرف کرتا ہے۔ اور ہزارہا ناکامیوں کو پیچھے پھینکتا چلا جاتا ہے۔ کہ وہ بالآخر اپنے ہمسایہ سے ایک بالکل نرالا مردم کش آلہ ایجاد کرے۔ حیوانی خواہشات ہم میں جوش مار رہی ہیں۔ اور ہمیں اکثر اوقات ان خواہشات کو روک دینے والی چیز کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن کریم نے اس بارہ میں کیا ہی سچ فرمایا ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ تحقیق نفس (انسانی) برائی کا حکم دینے والا ہے۔ یہ ایک لعنت ہے۔ جسنے یورپ کی ایک مہذب اور تربیت یافتہ قوم کو خون کی پیاسی بنا کر ایسی کارروائیوں کا مرتکب کیا ہے ایک کمزور ہمسایہ کو قبضہ میں لے آنے کے شوق میں اور امن پسند اور بے ضرر لوگوں کی تباہی اور اُن پر حملہ کرنے کا ایک عمدہ موقع تاک کر شکروں

کے لشکر اپنی ظالمانہ کارروائیوں کے سیاہ نشانات پیچھے چھوڑتے ہوئے بڑھتے چلے آتے ہیں۔

مذہب کہاں ہے؟ یہ سوال اکثر پوچھا جاتا ہے۔ اور ابھی بہت تھوڑے ایسے ہیں جنکو اس کا تسلی بخش جواب ملا ہے۔ عیسائیت یورپ کو کرۂ ارض پر بہشت کی طرح بنا دینے اور یہاں کی تمام اقوام اور حکمرانوں کو اس قدر اپنے تابع کرنے کے لئے کہ وہ ہر گھڑی اُسی کے احکام کی فرمانبرداری کریں۔ دو ہزار سال سے کوششوں میں مصروف ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات کو بھلا نہیں دینا چاہئے۔ کہ عیسائیت کو پورا غلبہ اور طاقت حاصل رہی ہے۔ کسی شخص کو اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنا حکم چلاتی رہی ہے لیکن آخر کار نتیجہ کیا ہوا؟ کیا یورپ ایک سرے سے دوسرے سرے تک امن پسند۔ نیکو کار۔ باانصاف اور منصف ہو گیا ہے۔ کیا لوگ باہم محبت و آشتی اور اتفاق سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیا کمزور زورآور کے ہاتھ سے محفوظ ہے؟ نہیں بلکہ اس کے خلاف ہمارے سامنے یہ افسوسناک نظارہ موجود ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتیں ایک دوسرے کی گردن پر سوار ہونے کے لئے دوڑتی ہوئی چلی آتی ہیں۔ وہ میدان جنگ کے لئے ہزارہا انسانوں کی بھرتی کر رہی ہیں۔ تباہی اور ہلاکت پر کروڑہا پونڈ صرف کیا جاتا ہے۔ امن کی جگہوں کو زمین پر ہی دوزخ بنایا جا رہا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ہر فریق اپنی ہی فتح و نصرت کے لئے دست بدعا ہے۔ ان حالات میں اگر پڑھے لکھے آدمی یہ سوال کریں۔ کہ آج عیسائیت اپنے پیروؤں کو ایک آواز سے اپنا مطیع کیوں نہیں کرتی۔ تو یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ لیکن اس کا جواب دینے کے لئے بہت زیادہ تحقیق و تدقیق کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ ایک ظاہر اور کھلا امر ہے۔ کہ عیسائیت کو بہت

بُری طرح سے ناکامی نصیب ہوئی ہے۔ یہ محض ایک قیاس اور فرضی بات ہے۔ کہ اس مذہب نے ان لوگوں کے دل اپنے قابو میں لئے ہوئے ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ نام کو تو یہ لوگ عیسائیت کی تعلیمات کے پیرو ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنی خودساختہ راہوں پر چلے جا رہے ہیں۔ ذرا ایک لمحہ کے لئے غریب بلجیم کی خوفناک تباہی کو ذہن میں لاؤ۔ یہ ملک اپنے زورآور ہمسایوں کے لئے فٹ بال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اسے آج بھی اپنی حدود مملکت میں ہی نپولین اعظم کے زمانہ کی طرح اپنے بہادر فرزندوں کی بے خوف شجاعت کے باوجود حملہ آور ہمسایہ نے اپنے پاؤں کے نیچے کچل ڈالا ہے۔ کیا کوئی شخص ان نقصانات کی جو اُسے برداشت کرنے پڑے ہیں۔ تلافی کر دے سکتا ہے؟ کیا کل دُنیا جہان کا سونا اس کے اس کام آسکتا ہے۔ کہ اس سے ایک ہی ایسی جان جو اُس کی مدافعت میں راہیٔ ملک عدم ہوئی ہو۔ دوبارہ واپس آجائے۔ وہ جوانمرد جو سب کے سب اپنی زاد بوم کو ایک زبردست دشمن سے بچانے کے مقدس فرض کو انجام دیتے ہوئے چل بسے۔ ان بہادر انسانوں کے کیسے مشابہ ہیں۔ جو بہت تھوڑا عرصہ ہوا۔ مراکش طرابلس اور ٹرکی میں اپنے ممالک کو اجنبی حملہ آوروں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسی ہی جرأت اور بہادری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے تھے یورپ اس دُکھ اور تکلیف کا جو انہیں برداشت کرنی پڑی ٹھیک اندازہ آج بلجیم کی حالت سے کر سکتا ہے۔ مگر کس قدر فرق ہے۔ کہ ایک ملک کے کشتگان کو "محبان وطن" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف جانبازان مشرق کو متعصّب اور جاہل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آخر یہ تضاد خیالات کیوں؟ اس معمہ کو مہذب ممالک کی پیچیدہ منطق ہی حل کر سکتی ہے۔ ان تمام آدمیوں کی حالت کو ذہن میں لاؤ۔ جن کو جنگ

کی وجہ سے دُکھ برداشت کرنے پڑے۔ ان ممالک کا خیال کرو۔ جن کو لوٹا گیا۔ اور ان میں تاخت وتاراج کی گئی۔ پھر اُن گھروں پر نظر ڈالو۔ جن کو ویران کردیا گیا۔ اور اِن قیمتی جانوں کا اندازہ لگاؤ۔ جو خون کے اس کھولتے ہوئے برتن میں ضایع ہوگئیں۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ مگر چونکہ اس کا اثر زیادہ تر دوسرے لوگوں پر تھا۔ اس لئے یورپ کے داناؤں کو بھی کبھی یہ خیال نہ آیا۔ کہ یہ جنگ وجدل کی تیاریاں جو اس کوشش سے ہورہی ہیں۔ آخر ان کا اثر کہاں پہنچیگا .... لیکن آخرکار نرسنگھا بجایا گیا۔ اور یورپ اس عظیم الشان جنگ میں کود پڑا۔ جو اس سے پہلے شاذونادر ہی دُنیا نے دیکھا ہوگا۔ اب عیسائیت کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا۔ مگر اس نے کیوں اس بات میں دخل نہیں دیا۔ اور کیوں یہ دعویٰ نہ کیا۔ کہ جنگ کرنا اسکی تعلیم اور ہدایت کے بالکل برخلاف ہے۔ نہیں بلکہ اس نے خاموش ہی رہنا تھا۔ اور وہ رہی۔ اور اس طرح سے جناب مسیح کے وہ الفاظ جو متی میں یوں لکھے ہیں۔ کہ "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں۔ بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہورہے ہیں۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ کہ ان روزانہ دعاؤں کو پڑھ کر جو اپنی اپنی فتح ونصرت کے لئے ہردو متخاصمین کرتے ہیں۔ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ اگر مسیح کی نجات دینے کے خون میں اتحاد پیدا کرنے کی طاقت تھی۔ تو وہ کہاں گئی۔ شاید یہ یورپ کی نجات کے لئے ایک کا خون گرنا کافی نہیں ہوا۔ اور ساری قوموں کا خون بہنا ضروری ہے۔ یقیناً یورپ کا اصطباغ خوفناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل کے اس حکم کو کہ "ان میں سے ہر ایک کو قتل کردے اور ایک بھی زندہ باقی نہ چھوڑ"۔ موجودہ گاتھ (جرمن قوم کا نام ہے) لوگوں نے اپنا ہلول بنا لیا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود کوئی اس بات سے

انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہ تمام طاقتیں اپنی حرکات سے عیسائیت کے کلی طور پر ناکام رہنے پہ مہر لگا رہی ہیں۔ تمام خوبصورت سے خوبصورت اصول۔ تمام مجالس دوستی وارتباط انسان کو جانثاری اور صلح و اتفاق کی راہ پر چلانے میں قطعاً ناکام رہی ہیں۔ ان سب کی شکل ایک عظیم الشان بظاہر پر از امن اور تھوڑی دیر کے لئے بالکل غافل آتش فشان پہاڑ کی طرح بنا دی گئی تھی۔ جو کہ بالکل خاموش اور مغالطہ دہ حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ یکایک آگ اس میں سے بھڑک اٹھتی ہے۔ اور اسکی چنگاریاں اور لاوا تمام اطراف میں پھیل جاتا ہے۔ اور شہر اور آدمی اس میں جذب ہو کر برباد اور صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ یورپ بھی ایسا ہی والکینو (آتش فشاں پہاڑ) کی طرح اونگھ میں تھا۔ آگ نے دُور دور از جگہوں پر اپنا دہانہ بنا رکھا تھا۔ مگر آخر کار یہ خوفناک مصایب آ پہنچیں۔ آؤ ذرا بلجیم کے پر از امن میدانوں اور شہروں کی حالت کو ذہن میں لائیں۔ ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جنہوں نے ان تباہ شدہ جگہوں کی سیر کی ہے۔ ذرا لووین اور میلنز کی عمارتی شان و شوکت کا بھی خیال کرو۔ آہ یہ خوبصورت شہر آج راکھ کے ڈھیر بن چکے ہیں۔ ذرہ میدا نہائے جنگ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو۔ یہ تمام نہایت ہی خوبصورت اور پُر از شان و شوکت حالت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام چیزیں عنایت کر رکھی ہیں۔ جو انسان کی خوشی اور فرحت کا موجب تھیں۔ لیکن انسان اپنے غرور و نخوت میں اُٹھا۔ اور ان طاقتوں اور جذبات کو جو اللہ تعالیٰ نے اسے عنایت کئے تھے اس نے بُری طرح استعمال کرنا شروع کیا۔ اور صرف فتح اور شان و شوکت کا ہی خیال زیر نظر رکھا۔ اور امن بیوفایانہ دھوکا بازی کا کبھی خیال نہ کیا جس کی قلعی ایک کمزور دشمن پر فتح حاصل کرنے سے کھل جاتی

کوتاہ نظری کے اصول وہدایات کی زیادہ پیروی سے پرہیز کریں۔ اور ہر ایک چیز کو ایک خاص رنگدار آئینہ کے ساتھ ہی جو بعض خاص خیالات کی اپنی ایجاد ہے۔ نہ پڑھا کریں۔ آؤ ہم بالکل صاف اور کشادہ دل بن جائیں۔ اور آپس میں اکٹھے ہو کر یہ معلوم کریں۔ کہ کن باتوں میں ہم متحد و متفق ہیں اپنا وقت اپنے ساتھی کی تذلیل و تخریب میں اس وجہ سے ضایع نہ کریں۔ کہ وہ ہمارے خیالات سے اختلاف رکھتا ہے۔ ہم سب اس ہستے علت الاولیٰ۔ دنیا جہاں کے خالق اکبر۔ اور ایک عظیم الشان ہستی پر راضی اور متفق ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں بنا کر اور سب چیزوں سے آراستہ و پیراستہ کر کے اپنی وسیع اور طویل و عریض سرزمین پر یونہی نہیں چھوڑ دیا۔ اس نے ہماری ضروریات کے لئے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں ہوا۔ پانی نباتات اور معدنیات غرض سب ہی کچھ عنایت کیا ہے۔ اس نے ہمیں سورج کی گرمی اور روشنی۔ اجرام فلکی کی چمک اور رات کے ذرا کم چمکیلے غلام دیئے ہیں۔ اس نے ہمیں قوت متفکرہ اور عقل۔ ایک موجد دماغ اور مناسب قابلیتوں سے بھی متمتع فرمایا ہے۔ اور ہر ایک چیز کو ہمارے قبضہ و اقتدار میں دے دیا ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنے فایدہ کے لئے استعمال کر سکیں کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے۔ کہ اس قدر عنایات کے بعد اب وہ گونگا ہو گیا ہے۔ اور انسانی خطاکاریوں کا نہایت خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھ رہا ہے۔ کیا منطقی طور پر یہ قابل غور بات نہیں۔ کہ وہ ہر زمانہ میں اپنے آپ کو انسان پر ظاہر کر دیتا۔ اور اپنا الہام اُس پر نازل کرتا ہے۔ وحی والہام کے وقت یہ ضروری ہے کہ انسان سمجھ جائے۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور دانائی کے ساتھ انسانوں میں ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیا۔ جنھوں نے ان کو رضا الٰہی کی راہیں بتائیں۔ جناب بُدھ۔

جناب کرشن۔ جناب کیفوشش۔ حضرت موسیٰ۔ جناب زرتشت اور حضرت مسیح یا حضرت سرورِ کائنات خاتم الانبیاء افضل المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا ان میں سے ہر ایک اسی زبان کے ساتھ بولتے نہ تھے۔ جس سے دوسرے انسان بولتے ہیں۔ ان عظیم الشان انسانوں اور ان مرسلین باریتعالیٰ نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ کیا اگر ہم اُن کی تعلیمات کی پیروی کریں۔ تو ادھر اُدھر بھٹک سکتے ہیں۔ اگر ہم ان کے احکام پر عملدرآمد کریں۔ تو کیا ہم اپنے ہمسایہ کو کوئی دکھ اور تکلیف پہنچا سکتے۔ جرائم کا ارتکاب کر سکتے۔ اور نظامِ عالم کے امن و سکون میں جو ہر جگہ پر قایم ہے خلل انداز ہو سکتے ہیں۔ آؤ ہم اس عظیم الشان انسانوں کو اپنا نمونہ بنالیں۔ اُن کی شاندار زندگی کی تقلید کریں۔ اُن کے احکام میں سے حق و باطل کی تفریق کریں۔ ان کے مقدس پیغام کو گوش ہوش سے سُنیں اور تمام وہ کام کریں۔ جو ہمارے امکان میں ہوں۔ اور اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق کے طلبگار رہوں۔ اور امن و سلامتی کے ساتھ اُن کا خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے دست بدعا ہوں۔ ہاں تم کیوں پیغمبرانِ حق میں تفریق کرتے اور ان میں سے کیوں بعض پر ایمان لاتے اور بعض کا انکار کرتے ہو (یؤمنون ببعض و یکفرون ببعض) اللہ تعالیٰ کسی خاص قبیلہ یا خاندان یا قوم کا ہی خدا نہیں۔ وہ ہمارا بھی خالق اور قایم اور زندہ رکھنے والا ہے۔ اور آج بھی یقیناً اسی طرح بولتا ہے۔ جیسے کہ پہلے انسانوں سے بولتا تھا ہمیں اپنے ساتھیوں کو دکھ دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اخوت اور بھائی چارہ اور تعلقات کی زبانی ہی تعلیم نہ دو۔ بلکہ عملی طور پر بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی آدمی کے ساتھ اسکی ناکامی کے باعث نفرت کا برتاؤ مت

کرو۔ کیونکہ یہ امر بالمقابل خود ہم پر بھی واقع ہو سکتا ہے ہمیں مہمان نواز اور فیاض دل بننا چاہیئے۔ اور لفظ مذہب کے شاندار اور صحیح مفہوم میں مذہبی آدمی بن جانا چاہیئے۔ سرفرازی اور علومرتبت کا خیال مت کرو ایثار اور جانثاری کی عادت ڈالو۔ کسی کو برا مت کہو۔ اور کمزوروں اور بوڑھوں کی حفاظت کرو۔ یہ ایک عالمگیر مذہب کا بنیادی اصول ہے کوئی شخص سوال کر سکتا ہے۔ کہ کیا مذہب موجودہ میں سے کوئی ایسا وسیع الخیال انصاف پسند۔ قابل عمل اور معقولیت پسند مذہب موجود ہے۔ کیا کوئی ایسا دین بھی صفحہ ہستی پر ہے۔ اور کیا اس کے اصول زیر عمل لائے گئے ہیں۔ اس کا جواب اثبات میں دیا جا سکتا ہے۔ اور ہم بتلا سکتے ہیں۔ کہ دنیا میں ایسا مذہب موجود ہے۔ اور وہ وہی پرانا مذہب ہے۔ جو دنیا کے شروع ہوتے ہی صفحہ ہستی پر ظہور میں آیا۔ وہ وہی سیا وہ اعتقاد ہے۔ جو ہمیشہ سے لاتبدیل اور ہر قسم کے نقائص سے پاک رہا ہے۔ اور جس کو مغربی ممالک میں بہت ہی کم مطالعہ کیا گیا ہے۔ ہاں وہ وہ مذہب ہے۔ جس نے علم و معرفت کی روشنی کو اس وقت اپنے اندر محفوظ رکھا۔ جب یورپ کلیتاً اندھیرے میں تھا۔ جس نے غلاموں کو یاس سے نکال کر امید اور آزادی کی راہ دکھائی۔ جس نے ظلمتوں جوئے بازیوں اور فواحش کی لعنتوں کو ہٹایا۔ جس نے انسان کو تمام مصائب اور آزمائشوں کے بالمقابل بہادر اور دلیر بننے کی تلقین کی۔ جس نے اسے اپنے ساتھیوں کے لئے خوشی سے جان دے دینے کی ترغیب دلائی۔ ہاں وہ وہ دین ہے۔ جو کامل اخوت کی تعلیم دیتا ہے جس کا خدا کسی خاص قوم کا خدا نہیں بلکہ وہ رب العلمین ہے۔ وہ وہ مذہب ہے۔ جس نے تمام رنگ اور ذات وصفات کے تمام امتیازات کو موقوف کر دیا۔ جس کے پیرو السلام علیکم کی دعائے خیر سے ایک دوسرے

کو خرسند کرتے ہیں جسکی سطح زمین پر کی عمارت بہت کشادہ اور صبر و تحمل کا مجسمہ ہے۔ جس نے لا اکراہ فی الدین کا مبارک حکم دے کر یہ بتا دیا ہے کہ مذہب میں کوئی جبر اور سختی کسی پر نہیں ہو سکتی۔ جس نے مذہبی پابندی اور قیود کے تمام خیالات کو ایک مہلک ضرب لگا کر مردہ کر دیا ہے جس کے پیرو کل دنیا میں اتفاق و اتحاد کی رسی میں منسلک ہیں۔ جہاں کوئی متعصبانہ فرقہ بندی نہیں۔ بلکہ کامل آزادی خیالات پائی جاتی پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کونسا ایسا مذہب ہے جس کی آج دنیا کو اس قدر تلاش ہے۔ اور وہ آیندہ کی خونریزی اور قتل و غارت کے ان مناظر کو صفحہ ہستی سے محو کر دیگا۔ جو متفرق گروہوں کو آپس میں ملا کر ایک کر دیگا۔ اور جو قیاس اور وہم کو برے خواب و خیال کے بجائے حقیقت کا جامہ پہنا دیگا۔ اس مذہب کا نام اپنے مفہوم کے لحاظ سے "امن اور سلامتی کا مذہب" (یعنی اسلام) ہے *

خالد شیلڈرک

مغربی لوگوں کے خیالات اسلام سے متعلق

ماخوذ رسالہ دسمبر ۱۹۱۴ء

ممالک غربیہ میں ایک مسلمان کو سخت حیرت و استعجاب دامن گیر ہوتا ہے۔ جب وہ ان خیالات کو سنتا ہے۔ جو لوگوں کے دماغ میں اس کے اعتقادات کی بابت نہایت پختگی کے ساتھ سمائے ہوئے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان کئی ایک افسانوں کو جو اس قدر مستعدی کے ساتھ عام طور پھیلائے جاتے ہیں۔ سنے۔ تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ وہ لوگ

بہتوں نے اسلام اور اُس کی تعلیم کا کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ ان معاملات میں اُن کی دسترس خود مسلمانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ سب سے پہلے تو وہ ہمیں اس بات پر یقین دلاتے ہیں۔ کہ مسلمان سورج کے پرستار ہیں پھر وہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ نیز وہ بتوں کی بھی پوجا کرتے اور بہت سی بعید از فہم اور مخفی رسومات اور تکلفانہ رواجات پر کاربند رہتے ہیں۔

ہم ذیل میں امور متذکرہ بالا کے متعلّق صحیح اسلامی تعلیم پر روشنی ڈالیں گے۔ اور آیات قرآنی کے حوالہ سے ہر ایک امر کی مختصراً لیکن نہایت جامعیت کے ساتھ تردید کریں گے۔ وباللہ التوفیق

امر اول یعنی سورج کی پرستش کے متعلّق صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہے۔ کہ ہم ہرگز ہرگز سورج یا اجرام سماوی میں سے کسی اور وجود کی خواہ کتنا ہی چمکدار اور روشن کیوں نہ ہو پرستش کرنے کے مجاز نہیں۔ اور اس بارہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا ہے۔ کہ

وسخر لكم الیل والنہار والشمس والقمرط والنجوم مسخرات بامرہط ان فی ذالک لاٰیات لقوم یعقلون

اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا۔ اور ستارے بھی اس کے حکم کے پابند ہیں۔ تحقیق ان میں عقل سے کام لینے والی قوم کے لئے نشانات ہیں (نحل رکوع ۲) پھر فرمایا۔

ومن اٰیاتہ الیل والنہار والشمس والقمرط لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ۝ اور اس کے نشانات میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں۔ سورج کی پرستش نہ کرو۔ اور نہ ہی چاند کی

ہاں اس اللہ کی پرستش کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اگر تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

قرآن کریم کی اس صریح اور واضح تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم سورج کی پرستش کریں۔ بحالیکہ خداوند تعالےٰ خود ہمیں تبلا رہا ہے کہ وہ ہمارے مطیع اور ہمارا غلام ہے۔ اسے ہماری خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور کہ تمام اجرام سماوی ہماری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہماری خدمت میں مصروف ہیں۔ کیا ہم اپنے سے کسی ادنےٰ چیز کی بھی کبھی پرستش کر سکتے ہیں۔ کیا ہم ایک بے جان چیز کو جو اس علت العلل کے ذریعہ پیدا ہوئی۔ کوئی وقعت دے سکتے۔ اور اس کی عزت وعظمت قایم کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صاف طور پر بتا دیا ہے۔ کہ سورج چاند اور ستارے مسخرات بامرہ اس کے احکام کی تعمیل میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ قابلِ پرستش اور لایق عزت وعظمت نہیں۔ بلکہ وہ صرف قدرت کے مظہر ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون ہمیں اس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ کہ ان تمام قوائے فطریہ کو غور وتدبر کی نگاہ سے دیکھیں۔ ان کی پورے طور پر چھان بین کریں۔ ان کو اپنے استعمال میں لائیں۔ اور ان سے وہ تمام فایدہ حاصل کریں۔ جو ہمارے امکان میں ہو۔ اب جب کہ ہمیں ان اشیاء کی اپنے فایدہ کے لئے تحقیق وتدقیق کرنے کا حکم ہے۔ تو کیا ہم اس حالت میں کہ سورج۔ چاند یا ستاروں کو دیوتا مانتے ہوں۔ کبھی بھی ان کی تشریح وتقسیم عناصر کی جرأت کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ان اجرام سماوی کو اپنا خالق مان لیں۔ اور ہمارا یہ اعتقاد ہو۔ کہ وہی ہمیں زندہ اور قایم رکھنے والے ہیں۔ تو کیا ایسی حالت میں ہم ان کے خواص جسمانی کے سمجھنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ نہیں بلکہ ایسی حالت میں تو انہیں اپنے

استعمال میں لانا گویا اپنے خدا کو اپنی ذاتی خدمت اور نوکری میں لگانا ہے۔ لیکن قرآن کریم بالکل سچ فرماتا ہے۔ کہ انما الٰھکم الٰہ واحد تحقیق سوائے اس کے ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ تمہارا خدا صرف ایک ہی خدا ہے ؀

ہمیں صرف ایک ہی خدا کی پرستش کرنی چاہیئے۔ جس نے یہ تمام ستارے پیدا کیئے۔ جو تمام نظام شمسی پر حکمران ہے۔ اور وہ الٰہی احکام کی پوری تعمیل کرتے ہیں۔ ہمیں خدا کے سوائے اور کسی چیز یا کسی شخص کی ہرگز پرستش کرنا نہیں چاہیئے ؀

پھر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کے بھی مجاز نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا بت پرستی میں داخل ہے۔ وہ ہمارے جیسا ایک انسان تھا۔ مگر اس کو بنی نوع انسان کے لیئے خاتم النبیین ہونے کا مبارک مرتبہ عطا کیا گیا۔ پس آپ کی عبادت کرنا گناہ عظیم کا ارتکاب ہے۔ یہود اور نصاریٰ کو بھی ایک ہی ہمیشہ رہنے والے خدا کی جو کہ لم یلد ولم یولد کی پاک صفت سے متصف ہے عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور اس طرح کل مخلوقات کو اُس خالقِ کل شئے سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ذیل میں اس بارہ میں بائیبل کے چند ایک حوالجات امید ہے کہ بہت دلچسپی کا موجب ہونگے

"سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے" استثنا باب ۶ آیت ۴۔ "میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں" یسعیاہ باب ۴۵۔ آیت ۵ "یسوع نے اس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے" مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹ "تب اس فقیہ نے اس سے کہا کیا خوب اے استاد تو نے سچ کہا کیونکہ خدا ایک ہے۔ اسکے سوا اور کوئی نہیں" مرقس باب ۱۲۔ آیت ۳۲

ان حوالجات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان انبیائے کرام نے بھی جو بائیبل کو لے کر آئے تھے۔ وہی کچھ سکھایا۔ جو تیرہ سو برس سے زیادہ

عرصہ ہوا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں تعلیم دی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں ایک بڑے عظیم الشان نبی ہوئے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے آپ کے پیرو ویسے ہی مواحد ہیں۔ اور انہوں نے کبھی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدائے تعالیٰ کیطرح پرستش نہیں کی۔ ہاں صرف عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو الوہیت کے تخت پر بٹھا کر اس بارہ میں غلطی کھائی۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب کے اسی بنیادی اصول کو دوبارہ دنیا میں رائج کیا۔ جس پر کل انبیائے کرام جن میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ بہت زور دیتے رہے۔ اور وہ خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کا ہی اصول تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے خدائے تعالیٰ کے سوائے کسی اور پرستش نہ تو کبھی کی ہے۔ اور نہ ہی آئندہ کریں گے۔ ان حالات میں یہ کیسی نکمی اور ناممکن بات ہے کہ ہم اس چیز کی پرستش کریں۔ جسے ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو۔ ہم کس طرح سے کسی ایسی چیز کے سامنے جھک کر اس کی عزت کو بجا لا سکتے ہیں۔ جس کو ہم نے خود تیار کیا ہو۔ اور اس لحاظ سے ہم ہی اُس کے بنانیوالے ہوں۔ اگر ہم کم از کم کسی آدمی کو ہی پوجا کرتے۔ تو اس میں تو ہم کسی قدر معذور بھی گردانے جا سکتے تھے۔ کیونکہ اس سے پیشتر قوموں کی قومیں اور کئی ایک ممالک اپنے فرمانرواؤں کو تخت الوہیت پر بٹھا چکے ہیں۔ لیکن وہ لوگ ہرگز ہرگز قابل معافی نہیں۔ جو ان اشیا سے امداد طلب کریں۔ جن کو انہوں نے خود بنایا ہو۔ قرآن کریم نے اس بارہ میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے۔

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ÷ جو لوگ پکارتے ہیں۔ اللہ کے سوائے اور چیزوں کو نہیں پیدا کی انہوں نے کوئی چیز اور وہ پیدا کئے گئے ہیں ÷

ایسا ہی سورۂ رعد میں بتوں سے مدد مانگنے کے بارہ میں ذیل کے الفاظ دلچسپ ہیں۔

والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیئٍ الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ھو ببالغہ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال

پس اس حی و قیوم اور خالق ارض سماوات کے سوائے کسی اور کو معبود بنانا نہایت سخت بیوقوفانہ کام ہے جس سے قرآن کریم نے نہایت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسے رذیل کام کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اہل مغرب کے خیالات محض ظنی اور قیاسی اور بالبداہت غلط ہیں۔ اور ان کی کوئی بھی اصلیت نہیں۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ بعض رسومات اور ارکان دین پوشیدہ طور پر ادا کئے جاتے ہیں جو بہت ہی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ لیکن میں قریباً گیارہ برس سے مسلمان ہوں۔ مگر اب تک مجھے ان رسومات کا پتہ نہیں چلا۔ اسلام قدرتاً سادہ مذہب ہے۔ جس میں کوئی خفیہ اور پوشیدہ بات نہیں۔ ہاں ان باتوں کو رازہائے سربستہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو ان لوگوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی اسلامی تعلیم کا مطالعہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورت بینہ میں فرمایا ہے ٭

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذالک دین القیمہ

پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ مذہب کس چیز کا نام ہے۔ مذہب کوئی پوشیدہ رسوم و رواجات کے مجموعہ کا نام نہیں نہ ہی وہ کوئی خفیہ اصول و قواعد کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی سورت البقرہ ۔۲ میں ہمیں مذہب کی تہذیب یہ دکھائی دیتی ہے ٭

لیس البر ان تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکة والکتاب والنبیین ○ واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عاهدو والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس ○ اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون ○

ان آیات کریم میں ظاہرداری - رسم ورواج - پوشیدہ عقاید - تنگ دلی اور کمینگی وغیرہ سے منع کیا گیا ہے - اور ہمیں خیرات دینے بنی نوع انسان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرنے غلام آزاد کرنے دوسروں کی مدد کرنے اپنے عہد کو ہمیشہ وفا کرنے - اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کے آگے ڈال دینے اور اس کے قوانین کی پابندی کرنے کے لئے انبیائے کرام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے - اور یہی حقیقی اسلام ہے ✦

ووکنگ مشن کی رپورٹ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۵ء

نومسلم - الحمد للہ کہ اس ماہ میں بھی نومسلموں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے - اور حضرت قبلہ مولانا مولوی صدر الدین صاحب کی مساعی جمیلہ سے دو اور اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں - جن میں سے ایک تو انگریز عورت ہے جس کا اسلامی نام سارہ رکھا گیا - اور ایک مرد - ان کا اسلامی نام بشیر احمد ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک - نومسلمین کے ساتھ ان کے اسلام قبول کرنے سے پیشتر عموماً کئی ایک مسایل پر حسب معمول تحریری یا تقریری بحث بھی کرنی پڑتی ہے - لیکن جیسا کہ پیشتر ازیں لکھا جا چکا ہے - زبانی بات چیت خط وکتابت سے بہت زیادہ موثر ثابت ہوئی ہے - چنانچہ مذکورہ بالا نومسلمین سے مسٹر بشیر کے ساتھ جن مسایل پر بحث ہوئی - اُن میں سے ایک اسلامی سُنت ختنہ بھی تھا جس کا بیان مفصل طور پر درج کرنا تو باعث طوالت ہوگا -

لیکن خلاصہ مطلب یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ مولنا مولوی صدرالدین صاحب نے دلایل عقلیہ و نقلیہ سے یہ ثابت کیا۔ کہ اسلامی سُنت ختنہ ہماری صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ اور اس کے بغیر بہت سی بیماریوں کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ اگرچہ بچّوں کے سوائے عمر رسیدہ نومسلموں کا ختنہ اسلام نے ضروری نہیں ٹھیرایا۔ آپ کی تمام معقول دلایل کو سُن کر ہمارے اس کرم بھائی کو بہت خوشی ہوئی۔ اور اُس نے کہا۔ کہ میں اگرچہ ترپن سال کا ہوں لیکن ضرور ختنہ کراؤنگا۔ اور آپ کو اطلاع دونگا۔ اسلام کے ہر حکم میں برکت ہے +

لنگر خانہ۔ حسب دستور مہمانوں کی تعداد میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس لئے خرچ اخراجات بہُت بڑھ رہے ہیں۔ آنے والے مہمان اپنے دلوں میں جس محبت اور عشق اسلام کو لے کر آتے ہیں۔ وہ اس ایک مثال سے ظاہر ہے۔ کہ اس مہینہ جناب ڈاکٹر این وہائی ٹمنٹ صاحب جن کا تذکرہ گذشتہ اشاعت میں مفصّل طور پر کیا جا چکا ہے۔ آکسفورڈ سے تشریف لائے اور تین چار یوم تک ووکنگ میں رہے۔ نمازوں میں بڑے خلاص کے ساتھ برابر شامل ہوتے رہے۔ اور بار بار یہی کہتے رہے۔ کہ اس سے پیشتر میں ایک ملاقاتی کی حیثیت میں آتا تھا۔ مگر اب ایک ادنیٰ خادم اسلام ہونے کی حیثیت میں آیا ہوں۔ اور بڑی تڑپ اور بڑے تعشق سے آیا ہوں اس مسجد میں قلب کو اطمینان اور اس گھر میں انسان کو حقیقی راحت میسّر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو اب ایک اور ڈگری ملی ہے +

ایسا ہی دیگر اور نو مسلمین اور غیر مسلم مہمانوں کا حال ہے۔ جو اسلام سیکھنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور دن بدن ان کی رفتار آمد روبترقی ہے اور اس لئے ان کے خورد و نوش کے انتظام کے لئے ایک لنگر خانہ کو تقویت دینا ہم سب مسلمانوں کا کام ہے ہمیں امید ہے۔ کہ اس بڑی بھاری ضرورت کی طرف عامہ مسلمین کی توجہ بہت جلد مبذول ہوگی۔ اور جناب خواجہ صاحب کی آواز پر ہر طرف سے لبیک کی صدا آئے گی +

خط و کتابت کا سلسلہ بھی اکثر غیر مسلموں اور نومسلموں کے ساتھ بدستور جاری ہے۔ ان میں سے بعض خطوط میں ان سوالات کا جواب دیا جاتا ہے۔ جو اسلام کے متعلق پوچھے جاتے ہیں۔ اور بعض خطوط مناسب اشخاص کو از خود بھیجے جاتے ہیں۔ جن میں انہیں اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے +

سلسلہ وعظ بھی مسجد ووکنگ میں جاری ہے۔ اور فرداً فرداً بحث مباحثہ کے علاوہ ہر اتوار کو بدستور عام جلسہ میں خاص خاص مضامین پر لیکچر دئے جاتے ہیں جنہیں سن کر سامعین میں سے اکثر کو اسلام کی طرف بہت رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس سے سلسلہ میل و ارتباط بڑھتے بڑھتے نتیجہ اسلام کی قبولیت کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے +

اسلامک ریویو کی مفت اشاعت سال ذگی وجہ سے تھوڑی رہ گئی ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ برادران اسلام توجہ اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کریں خود خریدار بنیں۔ اور حسب توفیق زیادہ رسالوں کی قیمت دے کر دوسروں کے نام جاری کرائیں۔ اپنے احباب کو اس کی خریداری کے لئے مجبور کریں اور اُن سے بھی زاید قیمت دے کر غیر مسلموں کے نام جاری کرائیں۔ اور اس طرح سے ثواب عظیم کے مستحق ٹھیریں +